"تفسیر سورۂ جمعہ"

نور فرقان ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا ٭ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یا الٰہی تیرا فرقان ہے کہ اک عالم ہے ٭ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ٭ مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ٭ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

"اعلان"

مجھے اس رسالہ کے متعلق کچھ کہنے کی خصوصاً احمدی جماعت کو ترغیب خریداری کیلئے مطلق ضرورت نہیں کیونکہ و محض بفضل خداوند کریم و بطفیل سیدنا جناب حضرت مسیح موعود و نور من اللہ الاحد الصمد قرآن کریم کی عظمت اور اسکو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت اور فائدے کو ایک حد تک بخوبی سمجھنے لگی ہے مجھے انکی خدمت میں صرف اتنا ہی عرض کر دینا ہے کہ اول تو یہ کلام پاک حضرت خداوند احدیت ہے دوم اسکا مفسر اپنے پایہ کا وہ بے نظیر شخص ہے جسکی علمی قابلیت علمی خصوصیت۔ احمدی جماعت کے علاوہ مخالف ہندوستان میں بلکہ اکثر بلاد غیر میں بھی مسلم ہے۔ سوئم یہ سورۂ پاک جسکی تفسیر کا اعلان آپکے روبرو ہے کلام خداوند کریم۔ الرحمن۔ الرحیم کا وہ عجیب و غریب حصہ ہے جسکا پڑھنا سمجھنا سمجھانا ہر ایک مومن کی زندگی کا پہلا فرض معلوم ہوتا ہے خود مفسر موصوف (خدا کی لاکھ لاکھ رحمتیں انکے شامل حال ہوں) نے اس سورۂ مبارک کی تفسیر کرتے ہوئے بڑے درد دل سے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ تفسیر ہی میں ملاحظہ فرماوینگے اسکے بعد خدا تعالےٰ کے فضل سے اگر آپکا دل رقت اور جوش سے گواہی دے اٹھے اور اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ اس کی اشاعت کی ملک میں بیحد ضرورت ہے تو آپکا یہ سب سے اہم فرض ہونا چاہیے کہ جسقدر آپ سے ہو سکے خواہ خود خرید کر خواہ ترغیب دیکر خواہ اعلان کر کے اپنے تمام دوستوں ملاقاتیوں رشتہ داروں عزیزوں وغیرہ کے ہاتھ اسکی ایک ایک کاپی پہنچاویں۔ والسلام۔ وما علینا الا البلاغ ٭

قیمت بلحاظ تعداد حسب ذیل ہے

ایک جلد ۴ر..... ایک جلد خریدار کو معہ محصول ڈاک وغیرہ۔ ۵ر ٹکٹو نکے ذریعہ لفافہ میں بند کر کے بھیجنے چاہئیں۔
پانچ جلد عہ ۳ر بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل روانہ ہونگی۔
دس جلد عاہ ۲ر " " " "
پچیس جلد للعہ " " " "

درخواستیں بپتہ ذیل پر آنی چاہئیں

حکیم محمد حسین قریشی۔ کارخانہ رفیق الصحت حویلی کابلی مل لاہور

رسالہ ابطال الوہیت مسیح مصنفہ مولوی نورالدین صاحب شائع ہوا...... اس رسالہ میں ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب بھی شامل ہیں جو صاحب ممدوح نے دیئے ہیں۔ قیمت ۲ر درخواستیں حکیم فضلدین صاحب کے نام آنی چاہئیں۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہمنے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

Digitized by Khilafat Library

جلد ۳ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۷

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

روح القدس ۲۲۱-۲۲۹	عیسوی مذہب کی اشاعت میں رکاوٹیں ۲۴۲-۲۵۱
خدا کی ہستی ۲۳۰-۲۴۲	ریویو اور نوٹ ۲۵۱-۲۵۶

قادیان ضلع گورداسپور سے ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء کو شایع ہوا ٭ چندہ سالانہ اردو پرچہ ...... عار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

روح القدس

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس مقربین الٰہی میں ہمیشہ رہتا ہے اور ان سے کبھی جدا نہیں ہوتا سارا قرآن کریم ان تصریحات اور اشارات سے بھرا پڑا ہے بلکہ وہ ہر ایک مومن کو روح القدس ملنے کا وعدہ دیتا ہے چنانچہ منجملہ اُن آیات کے جو اس بارہ میں کھلے کھلے بیان سے ناطق ہیں۔ سورۃ الطارق کی پہلی دو آیتیں ہیں اور وہ یہ ہیں۔ والسماء والطارق وما ادراک ما الطارق النجم الثاقب ان کل نفس لما علیہا حافظ ۔ یہ آخری آیت یعنی ان کل نفس لما علیہا حافظ جسکے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک نفس پر ایک فرشتہ نگہبان ہے یہ صاف دلالت کر رہی ہے کہ جیسا کہ انسان کے ظاہر وجود کے لئے فرشتہ مقرر ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتا ایسا ہی اس کی باطن کے حفاظت کے لئے بھی مقرر ہے جو باطن کو شیطان سے روکتا ہے اور گمراہی کی ظلمت سے بچاتا ہے اور وہ روح القدس ہے جو خدا تعالےٰ کے خاص بندوں پر شیطان کا تسلط ہونے نہیں دیتا اور اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ اب دیکھو کہ یہ آیت کیسی صریح طور پر بتلا رہی ہے کہ خدا تعالےٰ کا فرشتہ انسان کی حفاظت کیلئے ہمیشہ اور ہر دم اسکے ساتھ رہتا ہے اور ایکدم بھی اس سے جدا نہیں ہوتا۔ کیا اس جگہ یہ خیال آ سکتا ہے کہ انسان کی ظاہر کی نگہبانی کے لئے تو دائمی طور پر فرشتہ مقرر ہے لیکن اس کی باطن کی نگہبانی کے لئے کوئی فرشتہ دائمی طور پر مقرر نہیں بلکہ متعصب سے متعصب انسان سمجھ سکتا ہے کہ باطن کی حفاظت اور روح کی نگہبانی جسم کی حفاظت سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ جسم کی آفت تو اسی جہان کا ایک دکھ ہے لیکن روح اور نفس کی آفت جہنم ابدی میں ڈالنے والی چیز ہے سو جس خدائے رحیم و کریم کو انسان کے اس جسم پر بھی رحم ہے جو آج ہے اور کل خاک ہو جائیگا اس کی نسبت کیونکر گمان کر سکتے ہیں کہ اس کو انسان کی روح پر رحم نہیں پس اس نص قطعی اور یقینی سے ثابت ہے کہ روح القدس یا یوں کہو کہ اندرونی نگہبانی کا فرشتہ ہمیشہ نیک انسان کے ساتھ ایسا ہی رہتا ہے جیسا کہ اس کی بیرونی حفاظت کے لئے رہتا ہے ۔

اس آیت کے ہم مضمون قرآن کریم مین اور بہت سی آیتین ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی تربیت اور حفاظت ظاہری و باطنی کے لئے اور نیز اسکے اعمال کے لکھنے کے لئے ایسے فرشتے مقرر ہین کہ جو دائمی طور پر انسانون کے پاس رہتے ہین چنانچہ منجملہ ان کے یہ آیات ہین۔ وان علیکم لحافظین ۔ یرسل علیکم حفظۃ۔ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ ط ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ تم پر حفاظت کرنیوالے مقرر ہین خدا تعالے ان کو بھیجتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے چوکیدار مقرر ہین جو اسکے بندہ کی ہر طرف سے یعنے کیا ظاہری طور پر اور کیا باطنی طور پر حفاظت کرتے ہین اس مقام مین صاحب معالم نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ہر یک بندہ کے لئے ایک فرشتہ موکل ہے جو اسکے ساتھ ہی رہتا ہے اور اسکی نیند اور بیداری مین شیاطین اور دوسری بلاؤن سے اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے اور اسی مضمون کی ایک اور حدیث کعب الاحبار سے بیان کی ہے اور ابن جریر اس آیت کی تائید مین یہ حدیث لکھتا ہے۔ ان معکم من لا یفارقکم الا عند الخلاء و عند الجماع فاستحیوھم واکرموھم۔ یعنی تمہارے ساتھ وہ فرشتے ہین کہ بجز جماع اور پاخانہ کی حاجت کے تم سے جدا نہین ہوتے سو تم اُن سے شرم کرو اور ان کی تعظیم کرو اور اسی جگہ عکرمہ سے یہ حدیث لکھی ہے کہ ملائکہ ہر ایک شر سے بچانیکے لئے انسان کے ساتھ رہتے ہین اور جب تقدیر مبرم نازل ہو تو الگ ہو جاتے ہین اور مجاہد سے نقل کیا ہے کہ کوئی ایسا انسان نہین جس کی حفاظت کیلئے دائمی طور پر ایک فرشتہ مقرر نہ ہو۔ پھر ایک اور حدیث عثمان بن عفان سے لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ بیس فرشتے مختلف خدمات کے بجانیکے لئے انسان کے ساتھ رہتے ہین اور دن کو ابلیس اور رات کو ابلیس کے بچے ضرر رسانی کی غرض سے ہر دم گھات مین لگے رہتے ہین اور پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث مندرجہ ذیل لکھی ہے ✣

حدثنا۔ اسود بن عامر حدثنا سفیان حدثنی منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ابیہ عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم مامنکم من احد الا وقد وکل بہ قرینہ من الجن و قرینہ من الملائکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعانتی علیہ فلا یامرنی الا بخیر انفرد باخراجہ مسلم۔ صہ ۲۴۴

یعنی بتوسط اسود وغیرہ عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم مین سے ایسا نہین کہ جسکے ساتھ ایک قرین جن کی نوع مین سے اور ایک قرین فرشتون مین سے موکل نہ ہو۔ صحابی نے عرض کی کہ کیا آپ بھی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ہان مین بھی پر خدا نے میرے جن کو میری تابع کر دیا۔ سو وہ بجز خیر اور نیکی کے اور کچھ بھی مجھے نہین کہتا۔ اسکے اخراج مین مسلم منفرد ہے۔ اس حدیث سے صاف اور کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ایک داعی شر انسان کیلئے مقرر ہے جو ہمیشہ اسکے ساتھ رہتا ہے ایسا ہی ایک داعی خیر بھی ہر ایک بشر کے لئے موکل ہے جو کبھی اس سے جدا نہین ہوتا اور ہمیشہ اسکا قرین اور رفیق ہے۔ اگر خدا تعالے فقط ایک داعی الی الشر ہی انسان کیلئے

مقرر کرتا اور داعی الی الخیر مقرر نہ کرتا تو خدا تعالےٰ کے عدل اور رحم پر دھبّہ لگتا کہ اس نے شر انگیزی اور وسوسہ اندازی کی غرض سے ایسے ضعیف اور کمزور انسان کو فتنہ میں ڈالنے کے لئے کہ جو پہلے نفس امارہ ساتھ رکھتا ہے شیطان کو ہمیشہ کا قرین اور رفیق اس کا ٹھہرا دیا جو اس کے خون میں بھی سرایت کر جاتا ہے اور دل میں داخل ہو کر ظلمت کی نجاست اس میں چھوڑ دیتا ہے مگر نیکی کی طرف بلانے والا کوئی ایسا رفیق مقرر نہ کیا تا وہ بھی دل میں داخل ہوتا اور خون میں سرایت کرتا اور تا میزان کے دونوں پلّے برابر رہتے۔

اس جگہ اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ جب روح القدس صرف مقربین الٰہی کو ملتا ہے تو پھر ہر ایک کا نگہبان کیونکر ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ روح القدس کا کامل طور پر نزول مقربوں پر ہی ہوتا ہے مگر اس کی فی الجملہ تائید حسب مراتب محبت و اخلاص دوسروں کو بھی ہوتی ہے۔ ہماری تقریر مندرجہ بالا کا صرف یہ مطلب ہے کہ روح القدس کی اعلیٰ تجلی کی یہ کیفیت ہے کہ جب بقا اور لقا کے مرتبہ پر محبت الٰہیہ انسان کی محبت پر نازل ہوتی ہے تو یہ اعلیٰ تجلی روح القدس کی اُن دونوں محبتوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے جس کے مقابل پر دوسری تجلیات کالعدم ہیں مگر یہ تو نہیں کہ دوسری تجلیات کا وجود ہی نہیں خدا تعالےٰ ایک ذرہ محبت خالصہ کو بھی ضائع نہیں کرتا انسان کی محبت پر اس کی محبت نازل ہوتی ہے اور اسی مقدار پر روح القدس کی چمک پیدا ہوتی ہے یہ خدا تعالےٰ کا ایک بندھا ہوا قانون ہے کہ ہر ایک محبت کے اندازہ پر الٰہی محبت نزول کرتی رہتی ہے اور جب انسانی محبت کا ایک دریا بہ نکلتا ہے تو اُس طرف سے بھی ایک دریا نازل ہوتا ہے اور جب وہ دونوں دریا ملتے ہیں تو ایک عظیم الشان نور ان میں سے پیدا ہوتا ہے جو ہمارے اصطلاح میں روح القدس سے موسوم ہے لیکن جیسے تم دیکھتے ہو کہ اگر بیس سیر پانی میں ایک ماشہ مصری ڈالدی جائے تو کچھ بھی مصری کا ذائقہ معلوم نہیں ہوگا اور پانی پھیکے کا پھیکا ہی ہوگا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ مصری اس میں نہیں ڈالی گئی اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پانی میٹھا ہے۔ یہی حال اُس روح القدس کا ہے جو ناقص طور پر ناقص لوگوں پر اترتا ہے اسکے اترنے میں تو شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی کو بھی نیکی کا خیال روح القدس سے پیدا ہوتا ہے کبھی فاسق اور فاجر اور بدکار بھی سچی خواب دیکھ لیتا ہے اور یہ سب روح القدس کا اثر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہے مگر وہ تعلق عظیم جو مقدسوں اور مقربوں کے ساتھ ہے اسکے مقابل پر یہ کچھ چیز نہیں گویا کالعدم ہے

ایک یہ سوال ہے کہ جس حالت میں روح القدس انسان کو بدیوں سے روکنے کے لئے مقرر ہے تو پھر اس سے گناہ کیوں سرزد ہوتا ہے اور انسان کفر اور فسق اور فجور میں کیوں مبتلا ہو جاتا ہے اسکا یہ جواب ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے انسان کے لئے ابتلا کے طور پر دو روحانی داعی مقرر کر رکھی ہیں۔ ایک داعی خیر جس کا نام روح القدس ہے اور ایک داعی شر جس کا نام ابلیس اور شیطان ہے۔ یہ دونوں داعی صرف خیر یا شر کی طرف بلاتے رہتے ہیں مگر کسی بات پر جبر نہیں کرتے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اسی امر کی

طرف اشارہ ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا یعنی خدا بدی کا بھی الہام کرتا ہے اور نیکی کا بھی۔ بدی کے الہام کا ذریعہ شیطان ہے جو شرارت کے خیالات دلون مین ڈالتا ہے اور نیکی کے الہام کا ذریعہ روح القدس ہے جو پاک خیالات دل مین ڈالتا ہے اور چونکہ خدا تعالے علت العلل ہے اسلئے یہ دونون الہام خدا تعالے نے اپنی طرف منسوب کر لئے کیونکہ اسی کی طرف سے یہ سارا انتظام ہے ورنہ شیطان کیا حقیقت رکھتا ہے جو کسی کے دل مین وسوسہ ڈالے اور روح القدس کیا چیز جو کسی کو تقوے کی راہون کی ہدایت کرے۔

ہمارے مخالف آریہ اور برہمو اور عیسائی اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم پر یہ اعتراض کیا کرتے ہین کہ اس تعلیم کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالے نے والستہ انسان کے پیچھے شیطان کو لگا رکھا ہے گویا اسکو آپ ہی خلق اللہ کا گمراہ کرنا منظور ہے مگر یہ ہمارے شتاب باز مخالفون کی غلطی ہے اُن کو معلوم کرنا چاہئے کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم نہین ہے کہ شیطان گمراہ کرنیکے لئے جبر کر سکتا ہے اور نہ یہ تعلیم ہے کہ صرف بدی کی طرف بلانیکے لئے شیطان کو مقرر کر رکھا ہے بلکہ یہ تعلیم ہے کہ آزمایش* اور امتحان کی غرض سے لمۂ ملک اور لمۂ ابلیس برابر طور پر انسان کو دئے گئے ہین یعنی ایک داعی خیر اور ایک داعی شر تا انسان اس ابتلا مین پڑ کر مستحق ثواب یا عقاب کا ٹھہر سکے کیونکہ اگر اسکے لئے ایک ہی طور کے اسباب پیدا کئے جاتے مثلاً اگر اسکے بیرونی اور اندرونی اسباب جذبات فقط نیکی کی طرف ہی اسکو کھینچتے یا اس کی فطرت ہی ایسی واقعہ ہوتی کہ وہ بجز نیکی کے کامون کے اور کچھ کر ہی نہ سکتا تو کوئی وجہ نہین تھی کہ نیک کامون کے کرنے سے اسکو کوئی مرتبہ قرب کامل سکے کیونکہ اسکے لئے تو تمام اسباب وجذبات نیک کام کرنیکے ہی موجود ہین یا یہ کہ بدی کی خواہش تو ابتدا سے ہی اس کی فطرت سے مسلوب ہے تو پھر بدی سے بچنے کا اسکو ثواب کس استحقاق سے ملے مثلاً ایک شخص ابتدا سے ہی نامرد ہے جو عورتون کی کچھ خواہش نہین رکھتا اب اگر وہ ایک مجلس مین یہ بیان کرے کہ مین فلان وقت جوان عورتون کے ایک گروہ مین رہا جو خوبصورت بھی تھین مگر مین ایسا پرہیزگار ہون کہ مین نے ان کو شہوت کی نظر سے ایکدفعہ بھی نہین دیکھا اور خدا تعالے سے ڈرتا رہا تو کچھ شک نہین کہ سب لوگ اسکے اس بیان پر ہنسین گے اور طنز سے کہین گے کہ اے نادان کب اور کسوقت تجھ مین یہ قوت موجود تھی تا اسکے روکنے پر تو فخر کر سکتا یا کسی ثواب کی امید رکھتا۔ جاننا چاہئے کہ سالک تو اپنی ابتدائی اور درمیانی حالات مین تمام امیدین ثواب کی مخالفانہ جذبات سے پیدا ہوتی ہین اور ان منازل سلوک

*فٹ نوٹ۔ اس جگہ آزمایش کے لفظ سے کوئی دھوکہ نہ کھاوے کہ خدا عالم الغیب کو امتحان اور آزمایش کی کیا ضرورت ہے کیونکہ بلاشبہ اسکو کوئی ضرورت نہین لیکن چونکہ اصل مقصد امتحان سے اظہار حقایق مخفیہ ہوتا ہے اسلئے لفظ خدا تعالی کی کتابون مین پایا جاتا ہے وہ امتحان مین ہالغرض ذات کا اسکو علم نہین بلکہ اسلئے کہ تا شخص زیر امتحان پر اسکی حقیقت ظاہر ہو کہ اسمین کیا کیا عیب یا خوبیان ہین اور نیز دوسرون پر بھی اسکا جوہر کھل جاوے ۔ منہ۔

مین جن امور مین فطرت ہی سالک کی ایسی واقع ہو کہ اس قسم کی بدی وہ کر ہی نہین سکتا تو اس قسم کے ثواب کا بھی وہ مستحق نہین ہو سکتا مثلاً ہم بچھو اور سانپ کی طرح اپنے وجود مین ایک ایسی زہر نہین پاتے جیسکے ذریعہ سے ہم کسی کو اس قسم کی ایذا پہنچا سکین جو کہ سانپ اور بچھو پہنچاتے ہین۔ سو ہم اس قسم کی ترک بدی ہین عند اللہ کسی ثواب کے مستحق بھی نہین۔

اب اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ مخالفانہ جذبات جو انسان مین پیدا ہو کر انسان کو بدی کی طرف کھینچتے ہین درحقیقت وہی انسان کے ثواب کا بھی موجب ہین کیونکہ جب وہ خدا تعالے سے ڈر کر ان مخالفانہ جذبات کو چھوڑ دیتا ہے تو عند اللہ بلا شبہ تعریف کے لایق ٹھہر جاتا ہے اور اپنے رب کو راضی کر لیتا ہے لیکن جو شخص انتہائی مقام کو پہنچ گیا ہے اس مین مخالفانہ جذبات نہین رہتے گویا اسکا جن مسلمان ہو جاتا ہے مگر ثواب باقی رہ جاتا ہے کیونکہ وہ ابتلا کے منازل کو بڑی مردانگی کے ساتھ طے کر چکا ہے جیسے ایک صالح آدمی جسنے بڑے بڑے نیک کام اپنی جوانی مین کئے ہین اپنی پیرانہ سالی مین بھی ان کا ثواب پاتا ہے۔

اب جبکہ قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ جیسی بدی کی دعوت کے لئے خدا تعالے نے ہمیشہ کا قرین شیطان کو مقرر کر رکھا ہے۔ ایسا ہی دوسری طرف نیکی کی دعوت کرنیکے لئے روح القدس کو اس رحیم و کریم نے دائمی قرین انسان کا مقرر کر دیا ہے اور نہ صرف اسقدر بلکہ بقا اور لقا کی حالت مین اثر شیطان کا کالعدم ہو جاتا ہے گویا وہ اسلام قبول کر لیتا ہے اور روح القدس کا نور انتہائی درجہ پر چمک اٹھتا ہے تو اسوقت اس پاک اور اعلے درجہ کی تعلیم پر کون اعتراض کر سکتا ہے بجز اس نادان اور اندھے کے کہ جو صرف حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور پاک تعلیم کی نور سے کچھ بھی حصہ نہین رکھتا بلکہ سچ اور واقعی امر تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم بھی منجملہ معجزات کے ایک معجزہ ہے کیونکہ جس خوبی اور اعتدال اور حکیمانہ شان سے اس تعلیم نے اس عقدہ کو حل کر دیا کہ کیون انسان میں نہایت قوی جذبات خیر یا شر پائے جاتے ہین یہانتک کہ عالم رویا مین بھی انکے انوار یا ظلمتین صاف اور صریح طور پر محسوس ہوتی ہین۔ اس طرز محکم اور حقانی سے کسی اور کتاب نے بیان نہین کیا اور زیادہ تر اعجاز کیصورت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بجز اس طریق کے ماننے کے اور کوئی بھی طریق بن نہین پڑتا اور اس قدر اعتراض وارد ہوتے ہین کہ ہرگز ممکن نہین کہ ان سے مخلصی حاصل ہو کیونکہ خدا تعالے کا عام قانون قدرت ہم پر ثابت کر رہا ہے کہ جسقدر ہمارے نفوس و قوے و اجسام کو اس ذات مبدء فیض سے فایدہ پہنچتا ہے وہ بعض اور چیزون کی توسط سے پہنچتا ہے مثلاً اگرچہ ہماری آنکھونکو وہی روشنی بخشتا ہے مگر وہ روشنی آفتاب کی توسط سے ہمکو ملتی ہے اور ایسا ہی رات کی ظلمت جو ہمارے نفوس کو آرام پہنچاتی ہے اور ہم نفس کے حقوق اس مین ادا کر لیتے ہین وہ بھی درحقیقت اسی کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ درحقیقت ہر ایک پیدا شوندہ کی علت العلل وہی ہے۔ پھر جبکہ

ہم دیکھتے ہین کہ یہ ایک بندھا ہوا قانون قدیم سے ہمارے افاضہ کے لیئے چلا آتا ہے کہ ہم کسی دوسرے کی توسط سے ہر ایک فیض خدا تعالےٰ کا پاتے ہین ہان اس فیض کے قبول کرنیکے لیئے اپنے اندر قوےٰ بھی رکھتے ہین جیسی ہماری آنکھ روشنی کے قبول کرنے کے لیئے ایک قسم کی روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور ہمارے کان بھی اُن اصوات کے قبول کرنیکے لیئے جو ہوا پہنچاتی ہے ایک قسم کی حس اپنے اعصاب مین موجود رکھتے ہین لیکن یہ تو نہین کہ ہمارے قوےٰ ایسی مستقل اور کامل طور پہ بناوٹ رکھتے ہین کہ خارجی معینات اور معاونات کی کچھ بھی ضرورت اور حاجت نہین ہم کبھی نہین دیکھتے کہ کوئی ہماری جسمانی قوت صرف اپنے ملکہ موجودہ سے کام چلا سکے اور خارجی ممد و معاون کے محتاج نہ ہو۔ مثلاً اگرچہ ہماری آنکھین کیسی ہی تیز بین ہون مگر پھر بھی ہم آفتاب کی روشنی کے محتاج ہین اور ہمارے کان کیسے ہی شنوا ہون مگر پھر بھی ہم اس ہوا کے حاجتمند ہین جو آواز کو اپنے اندر لپیٹ کر ہمارے کانون تک پہنچا دیتی ہے اس سے ثابت ہے کہ صرف ہمارے قوےٰ ہماری انسانیت کی کل چلانیکے لیئے کافی نہین ہین۔ ضرور ہین خارجی ممدون اور معاونون کی حاجت ہے مگر قانون قدرت ہمین بتلا رہا ہے کہ وہ خارجی ممد و معاون اگرچہ بلحاظ علت العلل ہونیکے خدا تعالےٰ ہی ہے مگر اسکا یہ انتظام ہرگز نہین ہے کہ وہ بلا توسط ہمارے قوےٰ اور اجسام پر اثر ڈالتا ہے بلکہ جہان تک ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہین اور جس قدر ہم اپنے فکر اور ذہن اور سوچ سے کام لیتے ہین صریح اور صاف اور بدیہی طور پر ہمین نظر آتا ہے کہ ہر ایک فیضان کے لیئے ہم مین اور ہمارے خداوند کریم مین علل متوسط ہین جن کے توسط سے ہر ایک قوت اپنی حاجت کے موافق فیضان پاتی ہے پس اسی دلیل سے ملایک اور جنات کا وجود بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہم نے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ خیر اور شر کے اکتساب مین صرف ہمارے ہی قوےٰ کافی نہین بلکہ خارجی ممدات اور معاونات کی ضرورت ہے جو خارق عادت اثر رکھتے ہون مگر وہ ممد اور معاون خدا تعالےٰ براہ راست اور بلا توسط نہین بلکہ بتوسط بعض اسباب ہے سو قانون قدرت کے ملاحظہ نے قطعی اور یقینی طور پہ ہمپر کھولدیا کہ وہ ممدات اور معاونات خارج مین موجود ہین گو ان کی کنہ اور کیفیت ہم کو معلوم ہو یا نہ ہو مگر یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ نہ براہ راست خدا تعالےٰ ہے اور نہ ہماری ہی قوتین اور ہماری ہی ملکے ہین بلکہ وہ ان دونون قسمون سے الگ الٰہی مخلوق چیزین ہین جو ایک مستقل وجود اپنا رکھتی ہین اور جب ہم ان مین سے کسی کا نام داعی الی الخیر رکھینگے تو اسی کو ہم روح القدس یا جبرائیل کہینگے اور جب ہم ان مین سے کسی کا نام داعی الی الشر رکھینگے تو اسی کو ہم شیطان اور ابلیس کے نام سے بھی موسوم کرینگے۔ یہ ضرور نہین کہ ہم روح القدس یا شیطان ہر ایک تاریک دل کو دکھلا دین اگرچہ عارف انکو دیکھ بھی لیتے ہین اور کشفی مشاہدات سے وہ دونون نظر بھی آجاتی ہین مگر محجوب کے لئے جو ابھی نہ شیطان کو دیکھ سکتا ہے نہ روح القدس کو یہ ثبوت کافی ہے۔

کیونکہ تاثر کے وجود سے موثر کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ قاعدہ صحیح نہین ہے تو پھر خدا تعالے کے وجود کا بھی کیونکر پتہ لگ سکتا ہے کیا کوئی دکھلا سکتا ہے کہ خدا تعالے کہان ہے صرف متاثرات کیطرف دیکھ کر جو اس کی قدرت کے نمونے ہین اس موثر حقیقی کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے ہان عارف اپنے انتہائی مقام پر روحانی آنکھون سے اُسکو دیکھتے ہین اور اس کی باتونکو بھی سنتے ہین مگر محجوب کے لئے بجز اسکے اور استدلال کا طریق کیا ہے کہ متاثرات کو دیکھ کر اس موثر حقیقی کے وجود پر ایمان لاوے سو اسی طریق سے روح القدس اور شیاطین کا وجود ثابت ہوتا ہے اور نہ صرف ثابت ہوتا ہے بلکہ عین صفائی سے نظر آجاتا ہے افسوس ان لوگون کی حالت پر جو فلسفہ باطلہ کی ظلمت سے متاثر ہوکر ملایک اور شیاطین کے وجود سے انکار کر بیٹھے ہین اور بینات اور نصوص صریحہ قرآن کریم سے انکار کر دیا اور نادانی سے بھرے ہوئے الحاد کے گڑھے مین گر پڑے اور اس جگہ واضح رہے کہ یہ مسئلہ ان مسائل مین سے ہے جنکے اثبات کے لئے خدا تعالے نے قرآن کریم کی استنباط حقایق مین اس عاجز کو منفرد کیا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

روح القدس کے بارہ مین جو قرآن کریم مین آیات ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ کیلئے کامل مومنون کو روح القدس دیا جاتا ہے منجملہ انکے ایک یہ آیت ہے۔ یاایہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویجعل لکم نوراً تمشون بہ۔ یعنی اے وے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم تقوے اختیار کرو اور اللہ جلشانہ سے ڈرتے رہو تو خدا تعالے تمہین وہ چیز عطا کریگا یعنے روح القدس) جسکے ساتھ تم غیرون سے امتیاز کلی پیدا کر لوگے اور تمہارے لئے ایک نور مقرر کر دیگا (یعنی روح القدس) جو تمہارے ساتھ چلے گا قرآن کریم مین روح القدس کا نام نور ہے۔ پھر ایک دوسرے مقام مین فرماتا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملآئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔ یعنی جو لوگ کہتے ہین کہ ہمارا رب اللہ جلشانہ ہے پھر ایسی ثابت قدمی دکھلاتے ہین کہ کسی مصیبت اور آفت اور زلزلہ اور امتحان سے انکے صدق مین ذرہ فرق نہین آتا انپر فرشتے اترتے ہین یہ کہتے ہوئے کہ تم ذرہ خوف نہ کرو اور نہ غمگین ہو اور اس بہشت کے تصور سے شادان اور فرحان ہو جسکا تمہین وعدہ دیا گیا ہے ہم تمہارے متولی اور تمہارے پاس ہر وقت حاضر اور قریب ہین کیا دنیا مین اور کیا آخرت مین۔ پھر ایک دوسرے مقام مین فرماتا ہے او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منہا وما یستوی الاحیاء والاموات۔ یعنی کیا وہ شخص جو مردہ تھا اور ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اسکو ایک نور عطا کیا جسکے ساتھ وہ لوگون مین چلتا یعنی اس نور کے برکات لوگون کو معلوم ہوتی ہین۔ کیا ایسا آدمی اس آدمی کی مانند ہو سکتا ہے جو سراسر تاریکی مین اسیر ہے اور اس سے نکل نہین سکتا۔

نوراور حیات سے مراد روح القدس ہے کیونکہ اس سے ظلمت دور ہوتی ہے اور وہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ اسی لئے اسکا نام روح القدس ہے یعنی پاکی کی روح جس کے داخل ہونے سے ایک پاک زندگی حاصل ہوتی ہے ؁

اور منجملہ ان آیات قرآنی کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح القدس ہمیشہ کے لئے خدا تعالےٰ کے ملہم بندوں کے ساتھ رہتا ہے اور انہیں علم اور حکمت اور پاکیزگی کی تعلیم کرتا ہے یہ آیت کریمہ ہے اولٰئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ۔ سورۃ المجادلہ یعنی ان مومنوں کے دلوں میں خدا تعالےٰ نے ایمان کو لکھدیا اور روح القدس سے انکو مدد دی۔ دل میں ایمان کے لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ ایمان فطرتی اور طبعی ارادوں میں داخل ہوگیا اور جزو طبیعت بن گیا اور کوئی تکلف اور تصنع درمیان نرہا اور یہ مرتبہ کہ ایمان دل کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جائے اسوقت انسان کو ملتا ہے کہ جب انسان روح القدس سے موید ہو کر ایک نئی زندگی پاوے اور جس طرح جان ہر وقت جسم کی محافظت کے لئے جسم کے اندر رہتی ہے اور اپنی روشنی اُسپر ڈالتی رہتی ہے اسیطرح اس نئی زندگی کی روح القدس بھی اندر آباد ہو جائے اور دلپر ہر وقت اور ہر لحظہ اپنی روشنی ڈالتی رہے اور جیسے جسم جان کے ساتھ ہر وقت زندہ ہے دل اور تمام روحانی قوے روح القدس کے ساتھ زندہ ہوں اسیوجہ سے خدا تعالےٰ نے بعد بیان کرنے اس بات کے کہ ہم نے ان کے دلوں میں ایمان کو لکھدیا۔ یہ بھی بیان فرمایا کہ روح القدس سے ہمنے ان کو تائید دی کیونکہ جبکہ ایمان دلوں میں لکھا گیا اور فطرتی حروف میں داخل ہوگیا تو ایک نئی پیدایش انسان کو حاصل ہوگئی اور یہ نئی پیدایش بجز تائید روح القدس کے ہرگز نہیں ملسکتی روح القدس کا نام اسی لئے روح القدس ہے کہ اسکے داخل ہونیسے ایک پاک روح انسان کو ملجاتی ہے قرآن کریم روحانی حیات کے ذکر سے بھرا پڑا ہے اور جابجا کامل مومنوں کا نام احیاء یعنی زندے اور کفار کا نام اموات یعنی مردے رکھتا ہے یہ اسی بات کیطرف اشارہ ہے کہ کامل مومنوں کو روح القدس کے دخول سے ایک جان ملجاتی ہے اور کفار گو جسمانی طور پر حیات رکھتے ہیں مگر اس حیات سے بے نصیب ہیں جو دل اور دماغ کو ایمانی زندگی بخشتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وحی مجمل ہو یا مفصل خفی ہو یا جلی بیّن ہو یا مشتبہ یہانتک کہ جو کچھ آنحضرت صلعم کے خاص معاملات و مکالمات خلوت اور سفر میں بیویوں سے تھے یا جسقدر اکل اور شرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے سب اسی خیال سے احادیث میں داخل کئے گئے کہ وہ تمام کام اور کلام روح القدس کی روشنی سے ہیں چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے اور امام احمد بسند و سائط عبداللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں

کہ عبد اللہ نے کہا کہ مین جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تا مین اسکو حفظ کرلون پس بعض نے مجھکو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بشر ہین کبھی غضب سے بھی کلام کرتے ہین تو مین یہ بات سن کر لکھنے سے دستکش ہوگیا اور اس بات کا رسول اللہ صلعم کے پاس ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ اس ذات کی مجھکو قسم ہے جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالے کیطرف سے ہے اگر یہ کہا جائے کہ انہین احادیث کی کتابون مین بعض امور مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اجتہادی غلطی کا بھی ذکر ہے اگر کل قول و فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وحی سے تھا- تو پھر وہ غلطی کیون ہوئی گو آنحضرت اسپر قائم نہین رکھے گئے تو اسکا یہ جواب ہے کہ وہ اجتہادی غلطی بھی وحی کی روشنی سے دور نہین تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالے کے قبضہ سے ایکدم جدا نہین ہوتے تھے پس اس اجتہادی غلطی کی ایسی ہی مثال ہے جیسی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز مین چند دفعہ سہو واقع ہوا تا اس سے دین کے مسائل پیدا ہون سو اسی طرح بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اس سے بھی تکمیل دین ہو اور بعض باریک مسائل اسکے ذریعہ سے پیدا ہون اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگون کی طرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہمرنگ وحی تھا کیونکہ خدا تعالے کیطرف سے ایک خاص تصرف تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہو کر اسکو کبھی ایسی طرف مائل کر دیتا تھا جس مین خدا تعالے کے بہت مصالح تھے سو ہم اس اجتہادی غلطی کو بھی وحی سے علیحدہ نہین سمجھتے کیونکہ وہ ایک معمولی بات نہ تھی بلکہ خدا تعالے اسوقت اپنے نبی کو اپنے قبضہ مین لیکر مصالح عام کے لیے ایک نور کو سہو کی صورت مین یا غلط اجتہاد کے پیرایہ مین ظاہر کر دیتا تھا اور پھر ساتھ ہی وحی اپنے جوش مین آجاتی تھی جیسی ایک چلنے والی نہر کا ایک مصلحت کے لیے پانی روکدین اور پھر چھوڑ دین پس اس جگہ کوئی عقلمند نہین کہہ سکتا کہ نہر سے پانی خشک ہوگیا یا اس مین سے اٹھا لیا گیا یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے کہ روح القدس تو کبھی اُنسے علیحدہ نہین ہوتا مگر بعض اوقات خدا تعالے بعض مصالح کیلئے انبیاء کی فہم اور ادراک کو اپنے قبضہ مین لے لیتا ہے تب کوئی قول یا فعل سہو یا غلطی کی شکل پر ان سے صادر ہوتا ہے اور وہ حکمت جو ارادہ کیگئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے تب پھر وحی کا دریا زور سے چلنے لگتا ہے اور غلطی کو درمیان سے اٹھا دیا جاتا ہے گویا اسکا کبھی وجود نہین تھا حضرت مسیح ایک انجیر کیطرف دوڑے گئے کہ تا اسکا پھل کھائین اور روح القدس ساتھ ہی تھا مگر روح القدس نے یہ اطلاع نہ دی کہ اسوقت انجیر پر کوئی پھل نہین باینہمہ یہ سب لوگ جانتے ہین کہ شاذ و نادر معدوم کے حکم مین ہوتا ہے پس جس حالتمین ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے دس لاکھ کے قریب قول و فعل مین سراسر خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہے اور ہر بات مین حرکات مین سکنات مین اقوال مین افعال مین روح القدس کے چمکتے ہوئے انوار نظر آتے ہین تو پھر اگر ایک آدھ بات مین بشریت کی بھی بو آوے تو اس سے کیا نقصان بلکہ ضرور تھا کہ بشریت کی تحقق کیلئے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تا لوگ شرک کی بلا مین مبتلا نہ ہو جائین ✦

"خدا کی ہستی"

والدین کا ایک عزیز بچہ ہے جو نہایت ناز و نعم سے انکے کنار تربیت مین پلا ہے اسکے کچھ سوتیلے بھائی ہین جو برداشت نہین کر سکتے کہ والدین کا التفات اور نظر شفقت اس کیطرف ان سے زیادہ مبذول ہو۔ وہ آپس مین مشورہ کرتے ہین کہ اسے ایسی دور جگہ پھینکدین جہان وہ بغیر کسی متکفل اور ولی کے ہلاک ہو جائے اور اسکے بعد اسکا وجود ان کی رقابت اور رشک کی آگ کو اشتعال دینے والا نہ رہے اور والدین کی محبت سموچی انہین کیطرف مائل ہو جائے۔ آخر کار لطایف الحیل سے وہ اس معصوم لڑکے کو جنگل مین دور لیجا کر ایک کنوئین مین پھینکتے ہین۔ اسوقت یہ نظارہ قابل دید ہے کہ ایک معصوم لڑکا جس کی نظر بجز اپنے والدین کی گود کے یا ارد گرد کی چند محدود چیزون کے اور کسی وسیع چراگاہ مین کبھی چرنے کیلئے چھوڑی نہین گئی اور اس صغر سنی کے ساتھ وہ زمانہ کے نشیب و فراز سے کبھی بہت ناواقف اور سادہ بچہ ہے عام مادی نگاہ کیا توقع کر سکتی ہے کہ اس تاریک کنوئین مین اسے کس حالت مین دیکھی ظاہر ہے کہ اگر وہ ایک معمولی بچہ ہے تو اسے بہت جلد تڑپ تڑپ کر اور سسک سسک کر جان دیدینی چاہیئے لیکن خدا کی کتاب جسے ہم خدا کی کتاب نہ صرف تحکم سے کہتے ہین بلکہ اسلئے کہ وہ ایسے حکیمانہ واقعات کو اپنے اندر رکھتی ہے اور ان سے اپنے عظیم الشان لانیوالے کے ثبوت نبوت کیلئے نشان پیدا کرتی ہے۔ اس کتاب مین لکھا ہے کہ اس بھیانک اور خوفناک منظر مین اسے ایک آواز آئی لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لا یشعرون۔ مین تجھے قسم کھا کر یقین دلاتا ہون کہ تجھ پر ایک وقت آنیوالا ہے کہ تیری پوزیشن اس وقعت اور اس پایہ کی ہوگی کہ تو اپنی شان و شوکت اور جلال مین ان لوگونکو جنہون نے تجھ سے یہ مفسدانہ کارروائی کی ہے ان کی اس شرارت اور مفسدہ کی خبر دیگا اور وہ اپنی پست اور ذلیل حالت اور تیری شوکت اور جلالت کے سبب سے تجھے نہین پہچانتے ہونگے۔

اب یہان ہر ایک سلیم الفطرت کو غور کرنی چاہیئے کہ یہ کیسی آواز ہے اس مین دو طرح سے فکر کرنی چاہیئے۔ اول یہ کہ آیا اس معصوم بچہ کے توہمات اور تخیلات یا تجارب اور فراست کا سر جوش تھے دوئم یہ کہ آیا یہ بالالفاظ پورے ہوئے یا ایک فضول گپ کی طرح ہوا مین مل گئی۔ خدا کی کتاب نے اس ترکیب مین اپنی الوہیت کا ہمہ علم اور ہمہ قدرت ہونا ثابت کرنیکے لئے لغت عربی کے لحاظ سے وہ عظیم الشان حرف یعنی لام تاکید اور نون ثقیلہ اسلئے رکھے ہین کہ اس پر علم کو قطعی اور یقینی اور قسم کے افعال اور شکوک سے بری سمجھا جائے یہ ترکیب خود اپنی ذات مین ذرا سے تامل کے ساتھ اسطرف رہنمائی کرتی ہے کہ یہ آواز اس بچہ کے اندر سے پھوٹی ہوئی نہین اسلئے کہ اس کا منشا یہ ہے کہ یقیناً او

قطعاً ایسا وقت آنیوالا ہے اور کوئی چیز اسکو ٹال نہیں سکتی کہ تو کامیاب ہوگا اور تیرے یہ بدسگال دشمن تیری آنکھوں کے سامنے خراب ہونگے ہمارے پاس اس بات کا تصور کرنیکے لئے کوئی وجہ نہیں اور نہ عقل سلیم ایک لحظہ کے لئے بھی اس تصور کو گوارا کر سکتی ہے کہ ہم اس آواز کو اس بچہ کا تو ہم یا کسی تجربہ اور فراست کا نتیجہ قرار دیں۔ واقعات نے ہمیں ثابت کر کے دکھا دیا ہے کہ یہ آواز اس ہستی کیطرف سے اس ناتوان بے علم بچہ کے کان میں آئی جو عالم کی تصریف اور تصرف پر قادر ہے اس پیشگوئی کے پورا کرنیکے لئے ہمیں آئندہ دیکھنا چاہیئے کہ اس قادر مطلق آواز نے اس عالم کون و فساد میں واقعات کو کس طرح اپنے منشاء کے مطابق ترتیب دیا۔ اصل مقصود تو یہ تھا کہ اس مہجور مخذول بچہ پر ایک زمانہ ایسا لایا جائے کہ یہ کامیابی کے تخت پر تاج عزت پہن کر بیٹھا ہوا اور اسکے دشمن اسکے سر پر شوکت کے آگے دست بستہ کھڑے ہوں اس غرض کے سرانجام دینے کے لئے جسقدر انقلاب اور تغیرات ظہور میں آئے وہ صاف طور پر ہمیں الیقین دلاتے ہیں کہ یہ تمام کارروائی اس ہمہ علم اور ہمہ قدرت پاک ذات کی ہے جو اپنے منشاء کے مطابق عالم کی تغییر اور تبدیل پر ہر آن اور ہر شان میں قادر ہے یہ خاندان جس کا ممبر یہ ایک معصوم بچہ ہے اور اسکے وہ بد اندیش دشمن ہیں کنعان کا رہنے والا ہے۔ ان کے گرد و پیش اسوقت ایک ہی ملک تھا جو ہر قسم کی امید اور بیم کا مرجع تھا۔ یہ لوگ اپنے پاس کسی قسم کی حکومت اور شوکت نہیں رکھتے تھے لیکن اس پیشگوئی کے موافق ضروری تھا کہ یہ بچہ کسی زبردست حاکمانہ رنگ میں جلوہ گر ہوا سکے لئے بجز اسکے اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی تھی کہ مصر کی عظیم الشان سلطنت میں اسے اقتدار اور جلال حاصل ہو۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ واقعات اس غرض کے پورا کرنے کے لئے کس طرح اپنی اینچا پیچی اور لمبائی سے سکڑ کر ایک ایسے مرکز پر آ کر ٹھہرتے ہیں کہ جس سے یہ غرض بخوبی حاصل ہو جائے۔ مصر کا ایک قافلہ جو کسی غرض کے لئے دور دراز سفر کو نکلا ہوا ہے اس کنوئیں کے پاس فروکش ہوتا ہے جہاں یہ بیکس بچہ پڑا ہے ان کا ایک فرد پانی کی تلاش میں اس کنوئیں پر آتا ہے لیکن بجائے اسکے کہ وہ صرف حقیر اور ہیچمیرز پانی کو پاتا اور پی کر بہت جلد اسے بھول جاتا ایک ایسی گران بہا دولت اسے ملتی ہے کہ جس کے احساس سے وہ چیخ اٹھتا ہے کہ یا بشریٰ ہذا غلام۔ الله الله یہاں تو ایک خوبصورت لڑکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ قافلہ اس لڑکے کو مصر میں پہونچاتا ہے اور آخرکار بعد بہت سے انقلابات کے مصر کی گورنمنٹ میں نہایت ہی ممتاز اور اعلےٰ عہدہ پر منصوب کیا جاتا ہے دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ کنعان میں غلہ کی مصیبت اس سختی سے واقع ہوئی کہ کنعانیوں کو بجز اسکے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ زندگی کی بقا کے لئے مصر کیطرف رجوع کریں۔ اگرچہ ان دنوں میں مصر ان

ملکون کے لیئے تجارت غلہ کی ایک بڑی مشہور منڈی تھی اور کنعان اور اسکے نواح کے لوگ غلات کے لیئے وہین آیا کرتے تھے - مگر یہ ناز پروردہ اسرائیلی خاندان بہت کم اس سفر کیلئے مجبور ہوتا تھا - الحاصل حضرت اسرائیل کے گیارہ ان بیٹے اپنے باپ سے رخصت لیکر غلہ کی تجارت کے لیئے مصر مین آتے ہین اس وقت تک ان کو کوئی علم نہین حالانکہ اس سیاہ کارروائی سے جو انکے ہاتھ سے اپنے بھائی کے متعلق سرزد ہوئی ابتک ایک لمبا عرصہ منقضی ہوچکا ہے وہ اپنے زعم مین اس امید سے لبریز ہین کہ وہ مصر مین اپنی غرض کے حاصل کرنیکے لیئے جاتے ہین اور پھر بہت جلد دامن مقصود کو ہر مراد سے بھر کر اپنے والد کی حضور مین حاضر ہونگے - مگر وہان ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے جو انکی امیدون اور گمانون مین کبھی آ نہین سکتا تھا - خدائے تعالے کا حکیمانہ ارادہ چند واقعات کے واقع ہونیکے بعد انہین ایک ایسے عظیم الشان شخص کے سامنے لاکر کھڑا کرتا ہے - جسے وہ تو نہین پہچانتے مگر وہ انہین جانتا ہے اسوقت کی کیفیت اور نظارے کو دل کی کیفیات اور قدرت تونسے بھری ہوئی کتاب کا مطالعہ کرنیوالا ہی بہتر سمجھ سکتا ہے جبکہ اس موجودہ وقت کے باجلال کشور یوسف ابن یعقوب نے اور اس پرانے وقت کے کنوئین مین پھینکے ہوئے ناتوان بے بس معصوم بچے نے جسکے کان مین وہ دلربا آواز آئی تھی لتنبئنھم بامرھم ھذا اس موجودہ وقت کے عاجز مگر کسی پرانے وقت کے مغرور نا عاقبت اندیش گروہ کو کہا انا یوسف وھذا اخی قد من اللہ علینا انہ من یتق و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین - ہان مین یوسف ہون اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا اور اس رتبہ پر ہمین پہونچایا - اللہ کا یہ دائمی قانون قدرت ہے کہ وہ متقی اور صابر کو کبھی ضائع نہین کرتا ✦

ان واقعات مین اس رنگ اور اس پہلو سے غور کرنی چاہیئے کہ انسان کی منصوبہ بازی اور تدبیر کیا مقاصد اپنے سامنے رکھتی ہے اور ان مقاصد کے بہم پہونچانیکے لیئے ایسے سامان اور مواد پیدا کرتی ہے کہ جنپر اس مقصود پیش نہاد کے حاصل ہوجانیکے لیئے قطعی کارگر ہونیکا حکم لگایا جا سکتا ہے یا بلفظ دیگر یون کہو کہ ایک مدبر پسٹ عام تجربہ اور استقرار کی بنا پر علت و معلول کے صحیح سلسلہ کو مد نظر رکھکر وہ اسباب اور مواد بہم پہونچاتا ہے کہ جن کی نسبت اسکا پورا تجربہ اسکے ہمیشہ مفید ہونیکا یقین دلا چکا ہے لیکن باایں ہمہ ایسے علل اور اسباب پیش آجاتے ہین جو اسکے تمام ساختہ پرداختہ کو خاک مین ملا دیتے ہین - یہان اس واقعہ مین اسرائیل کے فرزند اپنے سوتیلے بھائی یوسف کے استیصال کے لیئے وہ تمام تدبیرین کر چکے ہین - جو ادنی انسان کر سکتے ہین اور فی الحقیقت ایسی ہی تدبیرین کسی مخالف کے ہلاک کرنیکے لیئے دنیا مین ہوا کرتی ہین اور ہزارون واقعات مین ان تدبیرونکے کارگر اور مفید ہونیکے ثبوت بھی دئے ہین مگر وہ کیا بات

ہے جو ان تمام منصوبوں اور کارروائیوں کا تار و پود ادھیڑ دیتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمام واقعات قانون قدرت میں ایسی باتوں کی نظیریں بہت ملتی ہیں اور اگرچہ ایسی ہزاروں نظیریں ہمارے اصل منشا کو مضر نہیں۔ کیونکہ ہم ان سب باتوں میں بڑی حکومت اور پورے زور سے یہ دعوے کرتے ہیں کہ ایک قادر ہمہ علم ہستی ہے جو اجازت نہیں دیتی اس کی غیرت اس بات کو روا نہیں رکھتی کہ انسان ذرات کون وفساد پر متصرف ہوکر ہمہ قدرت اور ہمہ ہستی بن جائے۔ مگر اس جگہ ایک اور بڑی عظیم الشان بات ہے جو علوم نظریہ کی طرح دقیق اور حیرت انگیز نہیں بلکہ ایک بدیہی امر ہے اور وہ قبل از وقت ایک پیش گوئی اور دعوے کا موجود ہونا ایسے وقت میں جبکہ دنیا کی کوئی فراست کوئی حدس کوئی تخمین کوئی استقراء کوئی تجربہ حکم نہیں لگا سکتا کہ واقعات عالم اس مدعی کے آگے پاؤں چوم لینگے جس طرح اسکے دعوے کے لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ساری کارروائی میں بڑی دلچسپ بات جو خدا تعالی کی ہستی کی بین دلیل ہے۔ یہی ہے کہ زمین کے فرزندوں نے ایک منصوبہ کیا اور اس میں اپنے زعم کے موافق جو جلالی پیش گوئی سے بھری ہوئی تھی اور ایک ناتوان اور بے سامان بچہ کے منہ سے نکلی تھی وہ نامراد اور ناکام ہوئے +

قرآن شریف میں یہ واقعہ بطور پیش گوئی کے لکھا گیا ہے۔ اس قصہ یوسف سے یہ غرض ہے کہ حامل قرآن علیہ الصلوات الرحمان بھی یوسف کی طرح ایسے ہی واقعات میں مبتلا ہوگا یعنی اسکا آغاز اور انجام بلا تفاوت یوسف کی طرح ہوگا۔ یہ قصہ ایک پیشگوئی کرنیوالے پر ایسے وقت میں وحی کیا جاتا ہے۔ یا یوں کہو کہ ایسے وقت میں اس پیرایہ میں وہ اپنے حال کی نسبت پیشگوئی کرتا ہے جبکہ وہ بچہ یوسف کی طرح اپنی قوم اور بھائیوں کے ہاتھ سے ناگفتنی ظلموں اور بیداوگریوں کے اندھے کنوئیں میں پھینکا گیا تھا اور اس کنوئیں سے نکلنے کے لئے اسکے ہاتھوں میں کوئی زمینی سامان اور مادہ نہ تھا۔ اسکے بالمقابل اسکے حریف یوسف کے ظالم بھائیوں سے بدرجہا زیادہ قوی بدرجہا زیادہ باسامان تھے مگر کیسے جلال اور پر شوکت پیرایہ میں یہ آواز اسکے منہ سے اسکے مخالفوں کے کانوں میں پڑتی ہے "لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین"۔ یوسف اور اسکے بھائیوں کے واقعات میں نشان ہیں ان لوگوں کے لیے جو اس شخص کے آغاز اور انجام اور واقعات زندگی کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔ اس بات کے ثابت کرنیکے لئے کہ قرآن شریف کی یہ پیشگوئیاں جو یوسف کے قصہ کے پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں اسی قادر اور قاہر اور ہمہ علم خدا کی طرف سے ہیں جو ہمیشہ اپنے راستبازبندوں پر ظہور فرماتا رہا ہے اور جسکا ثبوت ابھی ہم یوسف کے قصہ میں دیکھ چکے ہیں ہمیں زیادہ کوشش کرنیکی ضرورت نہیں پڑتی اسلئے کہ اس عظیم الشان نبی کے واقعات زندگی ایسے صاف اور واضح ہیں کہ کسی اور دعوے کرنیوالے کی زندگی میں اُن کی نظیر نہیں مگر ہم مختصراً دکھاتے ہیں کہ کس طرح

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنون نے آپ کے استیصال کے لئے منصوبے کئے۔ مکہ مین تیرہ برس تک وہ دکھ دیئے جو ایک معمولی انسان کے تباہ کرنیکے لئے بہت کافی تھے۔ آخرکار مکے سے آپ کو نکلنے پر مجبور کیا اور اپنے وطن سے بہت دور ایک بیگانہ سرزمین مین آپ پناہ گزین ہوئے۔ مکہ کے ان قوی دشمنون نے اس مسافر پر اس اوپری بستی مین بار بار حملے کئے یہانتک کہ آخرکار مدینہ کی ان طاقتور قومون کو جو اسرائیل کے باقی فرزندون سے وہان سکونت پذیر تھین اور دولت اور ثروت اور طاقت مین اپنی آس پاس کی قومون مین ممتاز تھین اس مہجور خویش و بیگانہ کی تباہی کے لئے اپنے ساتھ ملایا۔ غرض ایک شخص کے ہلاک کرنیکے لئے جسقدر منصوبے زمینی عقل تجویز کر سکتی ہے۔ عرب کی متفقہ قومون نے اس نبی کے استیصال کے لئے کئے۔ مگر جیساکہ قبل از وقت پر تحدی پیشگوئی نے خبر دی تھی وہ کامیاب ہوا اور ایسا کامیاب ہوا کہ اسکی کامیابی کی کوئی نظیر دنیا مین نہین۔ وہی شخص جو نا قابل بیان ظلمون کا نشانہ بنکر ننگے پاؤن ننگے سر صرف ایک رفیق طریق کے ساتھ مرد آزما بیابان مین رستونکو کاٹتا ہوا اور پگڈنڈیون سے کتراتا ہوا بہت دنونکے بعد مدینہ مین پہونچا تھا۔ آخر دس ہزار جان نثار ونکے ساتھ اس زمین مین داخل ہوتا ہے جہان سے اسکے دشمن اسے نکالکر اپنے آپ کو بڑے کامیاب اور بامراد سمجھتے اور اسکے بھاگ جانے کی خوشی پر اس زمین کے پہاڑون کی چوٹیونپر چراغان کی روشنی کرتے ہین آج وہ ان کی تمام سرزمینون اور املاک پر اور سب سے زیادہ انکے مقدس معبد پر متصرف ہوکر اسکے دروازے مین کھڑا ہوتا اور انکے تمام معبودون کو جن کی تاثیر اور ضرر اور نفع پر وہ تمام پاڑی لوگ بھروسہ کرتے اور انہین متصرف عالم مانتے تھے توڑنیکا حکم دیتا ہے اور اسکے سامنے وہ بڑے بڑے مناد بد اور جبل اور عمائد اسی طرح کھڑے ہوتے ہین جس طرح یعقوب کے فرزند مصری یوسف کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے تھے یہ وہ لوگ ہین کہ جو عرف اور شریعت اور عقل کے نزدیک اپنے ناجائز افعال کے ذریعہ سے واجب القتل ٹھہر چکے ہوئے تھے اور وہ خود بھی اس بات کو محسوس کرتے ہین کہ وہ اب کسی طرح قابل عفو نہین۔ وہ کامیاب انسان ان سے پوچھتا ہے کہ تم میری نسبت اب کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو وہ کہتے ہین کہ تو کریم ابن کریم ہے۔ اسلئے ہم تجھ سے توقع کرم اور رحم کی رکھتے ہین وہ انکے جواب مین لاتثریب علیکم الیوم یرحم اللہ لکم وھو ارحم الراحمین کہکر ثابت کرتا ہے کہ تمام سورہ یوسف درحقیقت اسی کے واقعات زندگی کی نسبت پیشگوئی تھی۔

اب ہم ایک طالب حق کو اسطرف متوجہ کرتے ہین کہ وہ ان پیشگوئیون مین اس نگاہ سے غور کرے کہ کیسے وقتون اور کیسے حالات کے ماتحت ہو کر ایک شخص زلزلہ ڈالنے والی تحدی اور

دعوے سے ایک بات منہ سے نکالتا ہے اور وہ آخرکار حرفاً پوری ہو جاتی ہے اس سے زیادہ اس بات کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ تمام پیشگوئیاں ایک قادر علیم حکیم کیطرف سے ہوئی اور اسکے وجود پر ایک بیّن دلیل کا کام دیتی ہیں۔

اسی طرح قرآن شریف میں خدا تعالے کی ہستی کے ثبوت مین بنی اسرائیل کے عظیم الشان ہادی حضرت موسئے کا واقعہ بیان کیا ہے جبکہ وہ فرعون مصر کیطرف گئے اور اسکے تخت کے سامنے کھڑے ہو کر باوجود ایک ناتوان اور ضعیف اور بے سامان انسان ہونیکے کس شوکت اور قوت سے اس متکبر بادشاہ کو کہا قد جئناک بآیۃ من ربک والسلام علی من اتبع الھدیٰ ہم تیرے پاس اپنی سچائی کا نشان لائے ہین اور وہ یہ ہے کہ جو حق پر ہے وہ سلامت رہیگا۔ اور اسکا مخالف ہلاک ہو جائیگا۔ یہان یہ بات غور طلب ہے کہ بظاہر کامیابی اور نجات کے سامان کس شخص کے پاس ہین اور غریب مسکین کون شخص ہے کیا کوئی مادی عقل کوئی مادی فراست اسوقت عین اس حالت مین جبکہ بنی اسرائیل کے منجی نے ایک بادشاہ کو بظاہر گستاخانہ لہجے مین یہ دھمکی دی۔ یہ حکم لگا سکتی تھی کہ ان دونون مین جو کمزور ہے وہ غالب رہیگا اور جو قوی ہے۔ وہ نیست و نابود ہو جائیگا۔ اور کیا یہ دعوے ایسے ناتوان انسان کے منہ سے اگر حرفاً پورا ہو جائے کھلا ثبوت ایک قادر مطلق ہمہ علم ہستی کا نہین۔ یہان یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کیا اس متکلم اور اس مخاطب کو کچھ بھی واقفیت اور شعور تھا کہ وہ کس طرح کامیاب ہوگا اور وہ کیونکر ہلاک ہوگا لیکن آخرکار قابل دید یہ امر ہے کہ ایک شخص کے لئے نجات کا اور دوسرے کیلئے ہلاکت کا سامان اسطور سے منودار ہوا جو نہ تو ان مین سے کسی کی قدرت مین تھا اور نہ وہم و گمان مین آسکتا تھا ایک عرصہ کے بعد حضرت موسئے اپنی کثیر التعداد جماعت کو لیکر مصر سے بھاگتے ہین۔ کچھ راستہ طے کرنیکے بعد ایک ایسی خوفناک روک سامنے نظر آتی ہے جسکو دفعہ کرنا ان کی انسانی طاقت مین نہین۔ دریا اپنی پوری طغیانی کے ساتھ راہ مین حائل ہے کوئی پل نہین کوئی کشتی نہین بھاگنے والے تردد اور اضطراب مین دریا کیطرف دیکھ رہے ہین۔ اتنے مین ایک شدید آندھی اور غبار کے منودار ہونے اور پھٹنے کے بعد فرعون اور اسکا جرار لشکر تعاقب کرتا ہوا نمودار ہوتا ہے مظلوم بنی اسرائیل ان دشمنون کو دیکھ کر اپنے نجات دہندہ سے کہتے ہین "یا موسے انا لمدرکون" یعنی اے موسے اب اسمین کوئی شک نہین اور یہ قطعی بات ہے کہ اب ہم پکڑے گئے اور ہمارے لئے کوئی نجات کی راہ اور مفر نہین۔ مگر موسےؑ انکے جواب مین کہتے ہین "کلا ان معی ربی سیہدین"۔ یعنی ایسا ہرگز ہرگز نہین ہوگا جیسا تم گمان کرتے ہو اسلئے کہ میرا رب یقیناً میرے ساتھ ہے اور وہ ضرور مجھے کامیابی اور نجات کی راہ دکھائیگا اس مقام مین یہ امر غور طلب ہے کہ جبکہ ہزارون

آدمی مشاہدہ اور تجربہ سے ایک نتیجہ پر پہونچکر پورے یقین سے کہتے ہین کہ حسب عادت اور عرف کے اب کوئی نجات اور فرار کی راہ نہین۔ ایک شخص کسی بل پر اُن سے بڑھکر یقین اور قوت کے لفظوں مین دعوے کرتا ہے کہ ان مین بچ رہونگا کہ میرا پروردگار جس نے مجھے تمہاری نجات کے لئے پالا اور پرورش کیا ہے اور بڑے بھاری کام مجھ سے لینے ہین وہ مجھے ضایع نہین کریگا اور یقیناً مجھے کامیاب کریگا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ اسکے علم اور اس کی قوت کا نتیجہ نہین بلکہ یہ الفاظ اسکے منہ مین اس قادر ہستی کے ڈالے ہوئے ہین جس کا دست تصرف اس عالم کے ذرہ ذرہ پر کھلے طور پر حکمران ہے +

غرض خدا تعالے کی ہستی کے ثبوت مین قادرانہ پیشگوئیون اور تحدیون سے بڑھکر اس عالم مین اور کوئی ذریعہ نہین۔ اور قرآن شریف کی بڑی بھاری خصوصیت اور اسی کتاب کے ساتھ یہ صفت مخصوص ہے کہ اس مین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ثبوت نبوت مین اور ثبوت ہستی باریتعالے مین ایسی علمی نشانونکو جو ابد الآباد تک زندہ رہنے والے ہین اور کسی سائنس اور مادی علم کی طاقت نہین کہ انکا مقابلہ کرسکے دائمی اور ابدی معجزہ قرار دیا ہے۔ فالحمد للہ علے ذالک +

ہم ثابت کرچکے ہین کہ قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور اپنے لانیوالے کی صداقت نبوت اور ثبوت ہستی باریتعالے کو غیبی مقتدرانہ پیشگوئیون پر موقوف رکھا ہے اور درحقیقت یہی ایک علمی معجزہ ہے جو قرآن کریم کے دعوون اور دلائل کے درخت کو ہر زمانہ مین علوم جدیدہ کے سموم اور صرصر کے مقابلہ مین بے برگ و بے ثمر ہونے سے بچاتا ہے لیکن اس لئے کہ اسکا یہ دعوے جو اس نے اپنی نسبت کیا ہے کہ مین مبارک کتاب ہون۔ یعنی میرے برکات اور ثمرات ہمیشہ زندہ رہینگے خدا تعالے نے اس مین یہ خوبی رکھی ہے کہ وہ دعوے یا پیشگوئیان یا خدا سے مکالمات جو اس نے ان انبیاء کی نسبت بیان کی ہین جنکا ذکر اس کتاب مین آیا ہے اسکے حقیقی پیروؤن مین وہ علامتین ہمیشہ پائی جاتی ہین۔ چنانچہ ہر زمانہ مین قرآن شریف کی برکات سے نور حاصل کرنیوالون نے اس زمانہ کے موافق ان باتونکے ثبوت دیئے ہین لیکن اسوقت ہم گذشتہ داستانونکو چھوڑ کر حال کے زمانہ کے ایک خادم قرآن کا ذکر کرتے ہین جس نے اس علمی اور عقلی زمانہ مین بڑی قوت اور دلیری سے یہ دعوے کیا ہے کہ اسکو وہ تمام معجزات اور طاقتین اور صفتین دی گئی ہین جو تمام انبیاء کی نسبت قرآن شریف مین مذکور ہوئی ہین ہم قطع نظر ان تمام بلند اور عجیب اور واقعی دعوون کے جو اس انسان کامل نے کئے ہین اور جنکے بین ثبوت دئے ہین اس مضمون کے موضوع کے لحاظ سے صرف انہی پیشگوئیون پر اکتفا کرتے ہین جن کے مقتدرانہ غیب پر مشتمل ہونیکے سبب سے خدا تعالے کی ہستی کا بین ثبوت

ملتا ہے۔ منجملہ اس کے ایک وہ پیشگوئی ہے جو اس زمانہ سے چوبیس پچیس برس پیشتر براہین احمدیہ میں لکھی گئی ہے اور یہ ایسی کتاب ہے کہ جو دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف قوموں اور مذہبوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اور وہ پیشگوئی یہ ہے "یاتون من کل فج عمیق۔ یاتیک من کل فج عمیق" یعنی لوگ تیرے پاس زمین کے اطراف واکناف سے جوق جوق آئیں گے تیرے پاس زمین کی ہر طرف سے تحائف اور ہدیے آئیں گے۔ یہ ایک پیشگوئی ہے قریب ہے کہ کوئی شخص محدود اور سرسری نگاہ سے اس کی طرف التفات نہ کرے مگر جب اُس زمانہ کے واقعات اور لوازم پیش نظر رکھے جائیں جب مدعی کے منہ سے یہ پر زور لفظ نکلے تو بے اختیار اقرار کرنا پڑیگا کہ یہ عالم الغیب متصرف عالم خدا کے الفاظ ہیں جن دنوں میں یہ وحی یا غیب کی بات اس کتاب میں لکھی گئی۔ مصنف ایسے گمنامی کے گوشے میں زندگی بسر کرتا تھا کہ قرب وجوار کے بہت سے لوگ بھی اسے نہ جانتے تھے۔ نہ وہ ان دنوں میں گوشہ تنہائی کی لذت اور الفت کے سبب سے کسی کو دیکھنا پسند کرتا تھا اور نہ اس نے اپنے گرد وپیش کوئی ایسا دلچسپی کا سامان جمع کر رکھا تھا کہ کسی کے دل میں اسکے دیکھنے کی کشش یا خواہش پیدا ہوتی۔ لیکن بتدریج اس پر ایسا وقت آیا کہ جس نے اس اخبار غیب کو حرفاً پورا کیا اور آج ایک عالم اپنی آنکھوں سے اس کی سچائی کا بے اختیار اعتراف کرتا ہے۔ اس کے مطابق اور موید اسی کتاب میں ایک دوسری وحی ہے۔ جو یہ ہے لاتصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ یعنی خدا کی مخلوق سے تکبر اور تحقیر سے پیش نہ آنا۔ اور خلقت کی کثرت اور ہجوم سے ملول اور دلگیر نہ ہونا۔ اس نادر اور عجیب آواز پر جبکہ اس آواز کا سننے والا اسی وقت حیران ہوتا اور اپنے پاس اس آواز کا مصداق کسی طرح کا موجود نہ پاتا تھا یہ وحی صاف بتاتی تھی کہ یہ شخص ایک وقت میں خلق اللہ کا مرجع ومآب ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اب اس خبر غیب کی سچائی کے اتنے گواہ ہیں کہ جن کا گننا نہایت مشکل ہے۔ پھر اسی زمانہ میں اس کتاب میں ایک اور وحی درج ہوئی جس نے بڑی صفائی اور قوت کے ساتھ ان تمام انقلابات اور فتن کی خبر دی جو مدتوں سے عجیب ترتیب سے اس شخص کی زندگی میں واقع ہوئی۔

اسی طرح امرتسر کے مقام میں عیسویت کے ایک بڑے نامی زعیم اور وکیل کے ساتھ مباحثہ کرنیکے بعد جبکہ علمی رنگ میں اسلام کی سچائی کے دلائل کے بیان کرنیسے فارغ ہو چکا۔ یہ پیشگوئی کی کہ خدائے عالم الغیب اور قادر نے مجھے اطلاع دی ہے کہ سچا مذہب ہونے اور بانی اسلام کے منجانب اللہ ہونے اور خدائے اسلام کے حیّ قیوم قادر مطلق خدا ہونیکا ثبوت اور عیسویت کے مردہ مذہب اور بے برکت ہونے اور یسوع مسیح کے ایک ضعیف اور بیکس انسان ہونے اور

خدائی کے صفات مین سے اسکے قطعاً حصہ دار نہ ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ میرا حریف مقابل پندرہ مہینے کے عرصے مین بشرطیکہ اس اثنار مین حق کی طرف رجوع نہ کرے اس جہان سے رخصت ہو جائیگا یہ بڑی دلیری اور قوت کی بات ہے جو مسلمان اور عیسائیونکے ایک بڑے مجمع مین روز روشن مین کی گئی۔ اسوقت ان الفاظ کی عظمت اور ہیبت جو سامعین کے قلوب پر طاری ہوئی اس کا صحیح اندازہ حاضرین کے سوا دوسرا شخص کم کر سکتا ہے اگرچہ اسوقت بھی بعض ایسے دل تھے جو ان الفاظ کی قوت اور متکلم کی جمعیت باطن اور متانت ظاہری اور وجاہت کو مطالعہ کر کے یقین کر اٹھے کہ یہ الفاظ ایک ضعیف بےعلم اور محدود الطاقت انسان کے نہین ہو سکتے۔ مگر آخر کار ہر ایک موٹی اور باریک نظر کے سامنے بدیہی طور پر اس پیش گوئی کا نظارہ واقع ہوا۔ اس پیش گوئی مین اصل مغز اور سِرّ اور مقصود ایک شخص کی موت تھی جو انسانی علم اور قیاس اور حدس سے بالاتر پیش گوئی تھی لیکن محدود اور کم اندیش عقلون کے نزدیک پھر بھی اس دعوے مین ایک التباس ممکن تھا کہ کوئی شخص یہ قیاس کرتا کہ پیش گوئی کرنیوالا ایک حاذق طبیب ہے۔ اور حریف مقابل گو بالفعل صحت و چاک ہے مگر بوڑھا ہے اسلئے نہایت قرین قیاس ہے کہ بعض آثار اور قراین سے جو کسی علم کی بنا پر پیشگوئی کرنیوالے کے نزدیک مبین ہون۔ اور دوسرون کے نزدیک مخفی یہ دعوے کیا گیا ہو۔ مگر اس دوسرے شق نے جو ایک الگ اور ایسی ہی زبردست پیشگوئی تھی یہ ثابت کر دیا کہ یہ ساری باتین خدائے عالم الغیب کیطرفسے تھین۔ ایک شخص کی نسبت جو ایک مذہب کا مسلم وکیل اور ساری عمر اسکی طرفسے غیر قومونکے ساتھ بحث کرنیوالا اور اپنی قوم مین دیانت امانت اور اتباع مذہب مین مشہور تھا۔ اسکی نسبت یہ دعوے کرنا کہ ہلاکت تو بہرحال اسکے لئے مقدر ہے اور وہ ضرور مریگا۔ مگر ایک وقت اس اثنا مین اس کی زندگی مین ایسا بھی آئیگا کہ اس سچائی کا جو اسکے مقابل مدعی نے اپنے پر زور پُر تحدی الفاظ مین اسکے سامنے پیش کی ہے اسپر رعب پڑیگا اور وہ برخلاف اپنے عقیدے کے اپنے ایمان مین متزلزل اور متردد ہو کر ایک خام شکلی کی طرح بزدل ہو جائیگا اور اس انسان خدا پر جسے وہ الٰہ اور میگا کہتا تھا اس کا ایمان نہ رہیگا۔ اسلئے وہ چند دن کے لئے اس ہتراے موت سے بچ رہیگا۔ چنانچہ آخر کار اس لمبی دوڑ مین جو عجیب نظارونکے ساتھ واقع ہوئی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ اسنے اس استقامت اور استقلال سے جو عیسوی مذہب پر ایمان اور انسان خدا پر توکل کرنیکے سبب سے اسے چاہئے تھی۔ اپنے تئین بالکل بے بہرہ ثابت کر دیا۔ اس نے دوست دشمن پر اپنی سرگردانیون اور پریشانیون اور شہر بشہر نقل مکان کرنے اور کسی طرح بھی کسی اپنے حامی و ناصر سے تسلی نہ پانے سے ثابت کر دیا کہ اسکے دل پر اس پیش گوئی کی سچائی نے بڑے زور سے پنجہ مارا تھا

آخرکار چونکہ وہ اصل سچائی کے اختیار کرنے سے جو اس طرح پر دائمی اور مستقل اور بیرہنہ طور پر ایمان لانا تھا محروم رہا۔ خدا کی پیش گوئی کی سچائی پر دشمنون نے پردہ ڈالنے کے لئے بہت کوشش کی۔ جبکہ انہون نے اپنے ضمیمون اور واقعات کے خلاف یہ مشتہر کیا کہ اس نے حق کیطرف رجوع نہین کیا یعنی وہ عیسویت پر ایمان اور توکل مین مستقیم الحال رہا۔ مگر پیشگوئی کرنیوالے نے جو غیبی طاقتو سے معمور تھا۔ ان بیجا ذلیل دعوون کے مقابل مین سکوت اختیار کیا۔ اس نے پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ یکے بعد دیگرے چار اشتہار دئے جن مین ایک ہزار سے چار ہزار تک روپے کا انعامی وعدہ تھا۔ اس شرط پر کہ عبداللہ آتھم جو اس پیشگوئی کا نشانہ تھا ایک مجمع مین کھڑا ہوکر قسم کہدے کہ اس نے حق کیطرف رجوع نہین کیا۔ اس سے دو باتین حاصل ہون گی ایک یہ کہ پیشگوئی کرنیوالے کی مسلم اور مشہور وجاہت اور اسکے تمام دعاوی ہمیشہ کے لئے خاک مین ملجائینگے اور مع اسکے زرکثیر کے نقصان کا متحمل ہونا پڑیگا لیکن عبداللہ آتھم جو اپنی بساط اور کائنات سے پورا واقف تھا۔ قسم کھانے اور میدان مین نکلنے کی جرات نہ کرسکا اور یون ان تمام الفاظ کی سچائی پر اور خدا کی ہستی کے ثبوت پر ابدی مہر لگادی +

ایک اور واقع جو ملک پنجاب اور ہندوستان مین باوجود سات برس کے گذرنیکے ابتک ہزارہا کانون مین زندہ اور تازہ گونج رہا ہے۔ یہ ہے کہ آریہ قوم مین ایک شخص لیکھرام نے جو اسلام کے خلاف بڑی تیز زبانی اور بیباکی سے بولتا تھا اس خدا کے نبی سے درخواست کی کہ اگر اسکا دعوے سچا ہے اور وہ خدا سے ہم کلام ہوتا ہے اور اسلام سچا مذہب ہے تو اسے کچھ دکھایا جائے۔ میرزا غلام احمد نبی اللہ نے عالم الغیب قادر مطلق خدا کیطرف توجہ کی۔ خدا نے فرمایا کہ یہ شخص چھ برس کے عرصہ مین عذاب اور سختی کے ساتھ ہلاک ہوجائیگا۔ یہ ممکن تھا کہ کوئی رحمت اور فضل کا نشان ایسے موقعہ پر دیا جاتا جو اس شخص کے لئے حق کیطرف ہدایت کا موجب ہوتا۔ مگر اس شخص کی ثابت شدہ سنگدلی اور بدزبانی اور دلازاری جزائے مطابق کی سنت کے طور پر تقاضا کرتی تھی کہ اسکے وجود کے ذریعہ سے ایک ایسا نشان ظاہر ہو جو طبایع پر ایک زلزلہ اور رعب ڈالدے آخر جبکہ مقررہ میعاد کے گذرنے مین بہت تھوڑا عرصہ باقی رہگیا تھا۔ آریہ سماج کا مشہور قومی مضبوط الجثہ اور تیس برس سے کچھ اوپر عمر کا نوجوان لیکھرام لاہور مین ٹھیک اسی طرح پر مارا گیا جس طرح پیش گوئی کے حرف دعوے کرتے تھے۔ جاننے والے اس بات کو خوب جانتے ہین کہ خدا کے کلام مین جو اس شخص کی نسبت نازل ہوا۔ اس کی بھیانک موت وقت موت اور طرز موت کا ایک عرصہ پہلے وہی نظارہ دکھایا گیا تھا جسے وقوعہ کے وقت حاضر اور ناظر لوگون نے مشاہدہ کیا۔ چنانچہ پیشگوئی کے ان اشعار مین جو ذیل مین درج کئے جاتے ہین ؎ الا اے دشمن نادان و بیراہ + بترس از تیغ بران محمد۔

الا اے منکر از شانِ محمدؐ + ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ + کرامت گرچہ بے نام و نشان است + بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ - بترس از تیغ برّانِ محمدؐ میں ایک ہاتھ کی تصویر دی گئی ہے جس کی انگشت سبابہ اشارہ کرتی ہے اس عنوان کیطرف - "لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیش گوئی" - اس شخص کی موت نے آریہ سماج کے گھرون مین وہ ماتم اور شیون برپا کیا جس کا بیان کرنا مشکل ہے تمام پنجاب مین اس طرف سے .... اُس طرف تک ایک شور پڑ گیا اس لئے نہین کہ وہ ایک آریہ سماج کا ممبر تھا بلکہ اس لئے کہ وہ آریہ سماج کے جدید مذہب اور تازہ جوشون اور نئے دعوون کا لانظیر حامی اور مؤید اور مجسم تصویر تھا آریہ سماج کو اس بات کے احساس نے بہت تکلیف دی کہ ان کے مذہب کے مخالف غلام احمد نبی اللہ کی پیش گوئی کے مطابق لیکھرام کا مرنا ان کے مذہب کی خوفناک ذلت اور کمزوری کا باعث تھا اسلئے انہون نے اسکے قتل کے بعد قاتل کی تلاش مین ان تمام انسانی زورون اور ذریعون کو استعمال کیا جو ایک طاقتور اور نو دولت قوم ایسے موقعہ پر کر سکتی ہے - اسکے علاوہ رحمدل اور فیاض گورنمنٹ نے بھی ان کی مدد مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا - مگر تعجب کی بات ہے کہ قاتل کا کوئی سراغ نہ لگا - اگرچہ گورنمنٹ اور پھر انگلش گورنمنٹ جو رعایا کے حالات کے جاننے مین تمام دنیا کی گورنمنٹوں سے زیادہ باخبر اور تیز بین ہے اور گورنمنٹ خوب جانتی تھی اور جانتی ہے اور اس بات کے لئے اسکے پاس کافی ذریعے ہین کہ میرزا غلام احمدؑ علاوہ اسکے کہ ایک مسلم پاک زندگی بسر کرنیوالا بے شر انسان تھا جس کا دعوے اور بنیاد دعوے یہ تھا کہ وہ عالم مین پاکیزگی امن اور صلح اور خدا سے سچا تعلق اور بنی آدم سے پاک محبت پھیلانیکے لئے مامور ہوا ہے اس کا خاندان یعنی اسکا باپ اور بھائی گورنمنٹ کے نزدیک وفادار ی اور جان نثاری مین مسلم تھے اور اس لئے گورنمنٹ کو اس خوفناک قتل کے متعلق شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ اسکا بانی مرزا غلام احمد صاحب ہو سکتے ہین لیکن ظاہری قانون کی پابندی یا ایک حکام کے استغاثہ کی تائید نے گورنمنٹ کو مرزا غلام احمد صاحب کی خانہ تلاشی کیطرف متوجہ کیا - ناگہان ایکدن ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس مع اپنے ماتحت افسرونکے قادیان مین آیا اور مرزا صاحب کے تمام کاغذات اور کتابین جہان جہان پڑی تھین بڑی محنت سے ان کی پڑتال کی جس سے غرض یہ تھی کہ شائد اس قتل کے متعلق کوئی پہلی تجویز کردہ خط و کتابت یا سوچے ہوئے منصوبے کی اطلاع ملجائے مگر سچائی نے ان افسرون کو بڑی صفائی سے اپنا پلہ پاک کر کے دکھایا - ممکن ہے کہ کسی ناواقف اور غور نہ کر سکنے والے دل مین یہ شبہ گذرے یا اب تک قائم ہو کہ یہ خفیہ قتل مرزا صاحب کے اشارے سے ہوا ہو اور جیسا کہ کبھی کبھی ہوتا ہے اسباب تحقیق و تفتیش کی عدم تکمیل کے سبب سے اس امر کی پردہ برانداز ی نہ ہو سکی ہو - لیکن یہ ملاحظہ اس شبہ کو بڑی صفائی سے رد کرتا ہے جب دیکھا جائے کہ مرزا صاحب کے گرد و پیش کون لوگ رہتے ہین ان کے تمام امور

مین خواہ جلوت کے متعلق ہون خواہ خلوت کے اگر کچھ مداخلت اور مشاورت ممکن ہوسکتی ہے تو کن لوگون کی ہے ایک گروہ ایسا ہے کہ جو زمانہ کا پورا مزاج شناس خوب سرد و گرم سے واقف نئی تعلیم کی معراج پر پہونچا ہوا گہری نگاہ سے دیکھنے والون ہر ایک امر کو تنقید اور تحقیق کی محک پر کسنے والا بی۔اے ایم۔اے تک ڈگری یافتون نوجوانون کا ہے۔ ایک گروہ بوڑھے سن رسیدہ خدا کے لئے یا سچائی کے لئے سچائی کے سیکھنے اور سچائی کی حمایت کے لئے دولت جاہ اور دنیوی وجاہت کو چھوڑ کر نہایت غربت اور خاکساری مین زندگی بسر کرنیوالون کا ہے انکے چال چلن دوست اور دشمن مین بے داغ بے عیب اور معروف ہین ان کے علم اور فعل اور تقوے اور دیانتداری اور راستبازی کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ سچ کے لئے جان اور مال اور آبرو کا دینا انہین آسان سے آسان ہے اور باطل اور جھوٹ انکے نزدیک ہر مکروہ شے سے زیادہ مکروہ ہے رات دن قرآن شریف کی تعلیم اور اشاعت مین سرگرم ہین۔ ایسا ہی مختلف جنسون اور مذاقون کے لوگ جن کا درحقیقت ایک ہی مقصد سچائی کو دیکھنا اور سچائی کو حاصل کرنا ہے اس جگہ بیٹھے ہین۔ ان مختلف طبقون کے لوگونکو بڑے وثوق سے یہ یقین ہے کہ اُنکے مدعی نبوت کی زندگی کا پبلک اور پرائیویٹ حصہ روز روشن کی طرح عیان ہے انہین بصیرت سے یہ یقین ہے کہ ان کے سوا مرزا صاحب کی تدبیرون اور تجویزون کو عملدرآمد مین لانیکا اگر کوئی ممکن آلہ ہوسکتا ہے تو وہی ہین باایں ہمہ یہ سب لوگ اپنی عزت اپنی جان اپنے مال اپنے خدا کے لئے اس ذوق اور ایمان سے بھرے ہوئے ہین اور ہر وقت اور موقع مین شہادت دیتے اور دینے کو تیار ہین کہ لیکھرام کی موت کی پیش گوئی حضرت مرزا صاحب کے منہ مین عالم الغیب قادر مطلق خدا نے دی اور وہ آخر کار اسی طرح پوری ہوئی جس طرح تمام راستباز نبیون کی باتین پوری ہوا کرتی ہین وہ اس بات پر بلا تذبذب ایمان رکھتے۔ اور دلائل اور قراین سے اپنے ایمان کی پختگی اور صحت پر ناز کرتے ہین کہ ان کی احمدی قوم مین سے کوئی فرد اس قتل کا مرتکب نہین ہوا۔ اگر پیش گوئی کی طرف سے اسکے الفاظ سے صراحت سے یا کنایت سے یا اسکے اعمال و افعال سے کسی قسم کی بو اس کارروائی کے متعلق انہین محسوس ہوتی تو سب سے پہلے اس سلسلہ اور اسکے بانی کو سخت نفرت سے چھوڑنے والے وہی ہوتے اسلئے کہ اس انسان کو انہون نے راستبازی اور سچ کی خاطر قبول کیا تھا اور اس راہ مین جو قربانیان ممکن ہوسکتی تھین انہون نے اپنے ہاتھون سے دی تھین +

غرض خدا کی ہستی کے ثبوت کے لئے اخبار غیب کی پیش گوئیون سے بڑھکر اور کوئی دلیل نہین اور یہ عزت اور فخر صرف قرآن کو حاصل ہے کہ جیسا شروع مین اسکے لانیوالے نے اپنے منجانب اللہ ہونیکے لئے ان علمی اور بین ثبوتون پر اپنا مدار کار رکھا تھا ابتک بھی وہی بابرکت سلسلہ زندہ موجود ہے

منجملہ خدا کی ہستی کے ثبوتوں کے ایک یہ بات ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے بڑی قوت اور تحدی سے دنیا میں شایع کی ہے کہ قریب نوّے برس تک اس کی عمر ہوگی اور اس اثنا میں اس کی آنکھیں اور اسکے مفاصل ان ناتوانیوں اور تباہیوں سے محفوظ رہینگے جو عادتاً ایسے اوقات میں بوڑھوں پر نازل ہوا کرتی ہیں۔ یہ دعوے متفرق کتابوں میں صاف صاف لفظوں میں مشتہر کیا گیا ہے بڑی خوبصورتی اس پیشگوئی کی اس وقت معلوم ہوتی ہے جب یہ دیکھا جاوے کہ مدعی کی جسمانی حالت دعوے کے وقت مادی نگاہ میں کس قسم کی ہے یہ بات تمام واقفوں پر روشن ہے کہ دو بیماریاں اس شخص کے ساتھ ہمیشہ لازم رہتی ہیں ایک بیماری جسم کے اوپر کے حصہ یعنی سر سے تعلق رکھتی ہے جسکے شدید جوش کیوقت برد اطراف کا وہ غلبہ ہوتا ہے کہ گرم کیا ہوا لوہا بھی جسم پر لگا نیسے بے اثر ثابت ہوتا ہے دوسری بیماری جسم کے حصہ زیرین سے تعلق رکھتی ہے وہ ہے پیشاب کی کثرت اور ہضم کا اپنے اعتدال پر نہ رہنا یہ دو مرض ایسی قسم کی ہیں کہ عام انسان ان میں مبتلا ہو کر بہت تھوڑی زندگی پاتے ہیں لیکن باایں ہمہ ایک شخص بڑی قوت سے یہ دعوے کرتا ہے کہ خدا نے مجھ کو کہا ہے کہ میں تجھے حیات طیبہ کا شرف بخشونگا اور تو اتنی لمبی عمر میں ارذل عمر کے نشانوں میں سے کوئی نشان نہ دیکھے گا۔ یہ دعوے بلا تکلف ثابت کرتا ہے کہ وہ اس توانا ہستی کیطرف سے ہے جس کی حکومت کا جوا طوعاً و کرہاً ہر ایک ذرہ عالم نے گردن پر اٹھا رکھا ہے۔ ورنہ اگر عرف اور عادت میں ایسا دعوے کرنے کی کسی عام منہ کو جرأت ہو سکتی ہے تو اس کی نظیر بتاؤ۔ ایک اور بڑی دلیل ثبوت ہستی باریتعالے پر یہ ہے کہ کوئی مامور مرسل جذام برص صرع نابینائی۔ فالج۔ اور ایسے خبیث امراض و اسقام میں مبتلا نہیں ہوا جو عرف میں لوگوں کے تنفر اور کراہت کا باعث ہوتی ہیں۔ اسلئے کہ اگر یہ لوگ ایسے گھنونے امراض میں مبتلا ہوتے تو وہ اصلاح عالم کا کام جسکے لئے وہ آتے۔ تھے کبھی پورا نہ ہو سکتا اور یہ امراض ہی ان کی تکذیب کے لئے کافی دلیل ہو جاتے ۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ان امراض ح

”عیسوی مذہب کی اشاعت میں رکاوٹین“

Digitized by Khilafat Library

ایک عیسائی پرچہ ”ہاروسٹ فیلڈ“ کے تازہ نمبروں میں ۲ مختلف مضمون عنوان بالا کے متعلق چھپے ہیں حسب معمول ان مضامین کے لکھنے والوں نے جو جو قیاس ممکن تھا کیا ہے لیکن صحیح نتیجہ پر ایک شخص بھی نہیں پہنچا۔ بعض کا خیال ہے کہ پادریوں کی فوج کی کافی تعداد ابھی تک دنیا میں نہیں پھیلی

ح کے ذرات یا کیڑوں میں تمیز کا مادہ ہے کہ جسکی وساطت سے وہ افراد انسانی پر حملہ کرنیکے وقت ...... ایسی کھلی تفریق کرتے ہیں۔ یہ تو صحیح نہیں۔ پھر اس امر کے ماننے کے سوا کیا چارہ ہے کہ اس عالم پر ایک بصیر اور خبیر اور علیم اور لطیف ہستی حکمران ہے جس کی گورنمنٹ میز ح۲ ح۲ گورنمنٹ ہے۔ درحقیقت یہ تمیز ہی بڑا نشان ہے اس قادر کے وجود پر۔ واللہ الحمد ۔ عبدالکریم از قادیان

جس سے شاہدان کا یہ منشا ہے کہ جبتک ایک ایک غیر عیسائی انسان کے لئے ایک ایک پادری واعظ موجود نہ ہو تب تک وہ پادریون کی تعداد کو کافی نہین سمجھتے۔ اس کی تردید خود ایکدوسرے مضمون نویس نے کر دی ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ پادریون کی تعداد اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ خود یہ تعداد ہی عیسائیت کے پھیلنے مین ایک عظیم الشان روک ہوگئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کوئی مذہب دنیا مین ایسا نہین ہوا نہ ایسا موجود ہے جس کی اشاعت کے لئے اسقدر تنخواہ یاب واعظین کا سلسلہ اور اتنے بڑے ذرائع موجود ہوئے ہون جو کہ عیسائی مذہب کو میسر ہین اور باوجود اسکے کبھی ایسی ناکامی ایسے ذرایع کے ہوتے ہوئے کسی مذہب کو نہین ہوئی جیسی کہ عیسائی مذہب کو ہوئی ہے پادری لوگ بیرونی ملکون مین اپنے دلونکو ان باتون سے خوش کر رہے ہین کہ اتنے سو نئے آدمی عیسائی مذہب مین داخل ہو گئے ہین مگر تعجب ہے کہ اس بات کا افسوس ان کو کیون نہین کہ عیسائی ملکو نمین ہزارون نہین لاکھون آدمی عیسائی مذہب سے نکلے جا رہے ہین انہین مین ایک مضمون نویس یہ لکھتا ہے کہ تعلیمی مشنون کا وسیع سلسلہ خدا کی سلطنت کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ ہم بھی اس سے اتفاق کرتے ہین بشرطیکہ خدا کی سلطنت کے صحیح معنے لئے جائین۔ اور اس پر اتنا اور بڑھاتے ہین کہ تمام مشنین خواہ تعلیمی ہون یا غیر تعلیمی خدا کی سلطنت کی سخت ترین دشمن ہین کیونکہ وہ ایک عاجز ضعیف بیچارے انسان کو خدائے ذوالجلال کا مرتبہ دے رہے ہین۔ لیکن ان بگڑے ہوئے معنون مین جن مین خدا کی سلطنت سے عیسائیت مراد لی جاتی ہے۔ یہ رائے کسی صورت مین درست نہین کیونکہ تعلیمی مشن بھی دوسرون کی طرح دن رات اپنے مذہب کی تائید اور اشاعت مین مصروف ہین ساتھ ہی ہم اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہین کہ وہ اس قدر کامیاب نہین ہو سکتے جیسا کہ دوسرے مشن۔ کیونکہ جسقدر زیادہ تعلیم یافتہ لوگ ہونگے اسی قدر کم وہ ایک انسان کی الوہیت کے مسئلہ کو ماننے کے لئے تیار ہونگے۔ جسکو اب سب دانشمند آدمی ترک کر رہے ہین حتی کہ وہ لوگ بھی جو خود عیسائی کہلاتے ہین تعلیم اور عیسائیت ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہین اور تعلیم کے پھیلنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عیسائی مذہب نیست و نابود ہو جائے یہ امر کہ عیسائی مذہب اس وقت زوال کیطرف جا رہا ہے اور تعلیم یافتہ دلون سے اسکا اثر کم ہو رہا ہے اس قدر بین ہے کہ اس کا ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہین۔

اخبار مذکور کا ایک اور نامہ نگار یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ سب سے بڑی مخالفانہ طاقتون مین سے جنکا عیسائیت کو سامنا ہے ایک دوسرے توحیدی مذہب یعنے اسلام کا وجود ہے جو کہ آہستہ آہستہ تمام مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور پھر انکو عیسائی مذہب کا اسقدر سخت اور پکا دشمن بنا دیتا ہے کہ ان سے عیسائی مذہب کو بالکل مایوس ہو جانا چاہئے۔ یہ رائے بیشک صحیح ہے

یہ ایک مسلّم امر ہے اور عیسائی خود ہمیشہ سے اسکو تسلیم کرتے رہے ہین کہ جہان اسلام اور عیسائیت کو اشاعت کا موقعہ ملا ہے باوجود اسکے کہ اسلام کے پاس عیسائی مذہب کی نسبت بہت کم ذرائع اشاعت کے تھے اور باقاعدہ مشن اور تنخواہ یاب واعظ بالکل موجود نہ تھے پھر بھی اسلام نے عیسائیت کی نسبت کئی گنا زیادہ ترقی کی ہے۔ افریقہ ایک ایسا میدان ہے جہان اسلام اور عیسائیت پہلو بہ پہلو اشاعت کا کام کر رہے ہین اور باوجود اُن تمام نقصون اور روکون کے جو اسلام کی اشاعت مین درپیش ہین اور پادریون اور مشنون کی کثیر تعداد کے جو عیسائیت کے پاس ہین عیسائیت نے بمقابلہ اسلام سخت زک اٹھائی ہے اور ناکام ثابت ہوئی ہے ہندوستان مین بھی بعینہ یہی نقشہ واقعات کا ہماری آنکھون کے سامنے ہے۔ چنانچہ گذشتہ مردم شماری کی رپورٹ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم ایسی سیدھی سادھی اور فطرت انسان کے ایسی مطابق ہے اور برعکس اسکے عیسائیت کا عقیدہ یسوع کی الوہیت اور کفارہ کا ایسا بیہودہ اور انسانی عقل سے اسقدر دور پڑا ہوا ہے کہ جس شخص نے ایک دفعہ اسلام کے پاک اصولون کو سمجھ لیا ہے وہ کبھی عیسائیت کا رخ نہین کر سکتا۔ اور نہ ہی جب یہ دونون تعلیمین اکٹھی پیش ہون کسی کو اس امر کے سمجھنے مین کوئی دقّت پیش آتی ہے کہ ان دونون مین سے کونسا سچا اور کونسا جھوٹا مذہب ہے۔ وہی نامہ نگار یہ بھی لکھتا ہے کہ انگریزی سلطنت درپردہ عیسائی مذہب کی اشاعت مین بڑی بھاری روک ہے اور اسکے دو وجوہ بتاتا ہے۔ اول یہ کہ عیسائی مذہب ہندوستان کے اعلےٰ حکام کا مذہب ہے۔ ہم نہین سمجھ سکتے کہ یہ کیونکر عیسائی مذہب کی اشاعت مین روک کا باعث ہے بلکہ برخلاف اسکے یہ امر عیسائی مذہب کا مؤید ہے کیونکہ حکام کے مذہب کیطرف خود بخود میلان ہوتا ہے جسکے وجوہ زیادہ تر اغراض دنیوی ہوتے ہین اور یہی ایک بڑا آلہ ہے جس سے عیسائی مذہب دنیا مین پھیلا ہے۔ دوسری دلیل جو اس امر کے متعلق راقم مضمون نے دی ہے وہ گورنمنٹ کا ہر ایک مذہبی فرقہ سے بے رو رعایت تعلق ہے جسکو راقم ان الفاظ مین ظاہر کرتا ہے کہ گورنمنٹ کی اس پالیسی نے اس قوت کو جو حکومت کے ذریعے عیسائی مذہب کو حاصل ہو سکتی تھی قطعی طور پر زائل کر کے نقصان پہنچایا ہے۔ راقم مضمون کو شاید اگسٹیس اور شارلیمین کے زمانے یاد آ گئے ہین جب حکومت کے دباؤ سے لوگ عیسائی مذہب مین داخل ہوتے اور وہ اس روشنی کے زمانہ مین گورنمنٹ کی بے رو رعا[illegible] پالیسی کو ایک ضرر رسان پالیسی بتاتا ہے حالانکہ ہندوستان مین سلطنت انگریزی کی بڑی بھاری برکتون مین سے یہ ایک برکت ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیسائی مذہب بغیر اسکے ترقی نہین کر سکتا کہ یا تو دنیوی حکومت اسکے ساتھ ہو اور یا کم از کم دنیوی حکام کیطرف سے اسکو ناجائز مدد ملے اور کھلے

اور صاف میدان مین یہ مذہب کسی ترقی کے قابل نہین - تعجب آتا ہے کہ پادری لوگ بعض مسلمان بادشاہون کی شکایت کیا کرتے ہین کہ انہون نے اسلام کے پھیلانے مین کسی قدر دنیوی طاقت سے کام لیا - اور خود ابتک اس امر کے خواہشمند ہین کہ عیسائیت کے پھیلانے کے لیئے ناجایز ذرایع سے فایدہ اٹھایا جائے +

اس تمام بحث سے اخبار ہرسٹ فیلڈ نے دو باتین چن لی ہین جو اسکے نزدیک مسیح کی سلطنت کے لیئے بڑی رکاوٹین ہین اول تو یہ کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان اپنا گنہگار ہونا پورے طور پر محسوس نہین کرتے - اور دوسرا یہ کہ اخلاقی جرأت سے وہ بالکل بے بہرہ ہین - ان دونون باتون کو عیسائی مذہب کے ہندوستان مین پھیلنے کے لیئے واقعی رکاوٹین قرار دیا گیا ہے - اور اسکا علاج یہ بتایا گیا ہے کہ ہندوستان مین واعظ کے لیئے ضروری ہے کہ جیسے وہ خوشخبری دینے والا ہے ایسے ہی وہ نبی بھی ہو - اور جیسے وہ ایمان کیطرف لوگون کو بلاتا ہے ویسے تو یہ کیطرف بھی دعوت کرے - لیکن یہ حالت اگر واقعی ہندوستان مین موجود ہے تو اس ملک سے مخصوص نہین بلکہ تمام دنیا مین یہی حال ہے بلکہ گناہ کا احساس ناکافی ہونے کی جو شکایت کیگئی ہے اس کا ظہور سب سے زیادہ یورپ مین ہو رہا ہے جو بدکاریان یہان چھپ کر کیجاتی ہین وہان لوگ کھلم کھلا انکے مرتکب ہوتے ہین - شراب خوری جو تمام بدیون کی جڑھ ہے اور جس سے تمام بدکاریان پیدا ہوتی ہین وہ یورپ مین اس کثرت سے پھیل رہی ہے کہ ہندوستان مین اسکا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے اور ایسا ہی بہت سی اور بدکاریان ہین جن مین خود عیسائی تسلیم کر چکے ہین کہ عیسائیت سب گذشتہ اور موجودہ قومون سے بڑھ گئی ہے - پھر اخلاقی جرأت کے نہ ہونے کی شکایت بھی بے جا ہے کیونکہ اگر یہ امر واقعی عیسائیت کے پھیلنے مین کسی رکاوٹ کا باعث ہے تو ایسا ہی اسلام کی ترقی کے لیئے بھی رکاوٹ کا باعث ہے اور نہ صرف ہندوستان مین بلکہ یورپ مین بھی - کون نہین جانتا کہ یورپ کے معدودے چند مسلمانونکے ساتھ اس زمانہ کے مہذب عیسائیون نے کیا کیا وحشیانہ سلوک کئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کے افراد پوری آزادی اور جرأت سے اپنے خیالات کو ظاہر کرنیسے رک گئے مرحوم لارڈ سٹینلے کے عظیم الشان رتبہ کا ایک آدمی جو اپنی دنیوی حیثیت کے لحاظ سے کسی کا خوف نہ رکھتا تھا ساری عمر مسلمان رہا - لیکن مرتے دم تک اپنے اسلام کا علی الاعلان اظہار نہ کر سکا - کیا یہ واقعات صاف نہین بتاتے کہ ہندوستان کے لوگون کی نسبت انگریز لوگ مذہبی معاملات مین اخلاقی جرأت کا بہت کم حصہ رکھتے ہین اور حق کیخاطر ہم اس امر کے بیان کرنیسے بھی رک نہین سکتے کہ پادری لوگ جو ہندوستان مین بھیجے جاتے ہین ان مین بھی کمزوری اور نقص ویسا ہی پایا جاتا ہے جیسا کہ انکے دوسرے ہم وطنون مین - وہ نہین جانتے کہ سچائی کیا چیز ہے اگر نہ سکے

جاننے کی پرواہی کرتے ہیں۔ عقائد کا ایک خاص مجموعہ ہے جس کی تعلیم کے لئے وہ نوکر رکھے گئے ہیں اور ان عقائد سے ایک بال کے برابر ادھر اُدھر ہونا منصبی فرائض میں سخت خیانت تصور کیجاتی ہے لاہور کے لاٹ پادری جیسے ایک عہدہ دار کو جس نے تھوڑا عرصہ ہوا ہندوستان کی اخلاقی حالت پر سخت حملے کئے تھے اسقدر اخلاقی جرات نہ ہوسکی کہ مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں جو اسلام کی سچائی ظاہر کرنیکے لئے میدان میں کھڑا ہو کر پادری صاحب کو للکار رہا تھا عیسائی مذہب کی سچائی کا کوئی ثبوت پیش کرسکے بلکہ نہایت بزدلی سے مباحثہ سے انکاری ہو کر طرح طرح کے بودے اور کمزور حیلے اور عذر تراش کر فرار اختیار کیا اور عموماً ہر ایک پادری کے سامنے جب صداقت پیش کیجاتی ہے یا ان سے اپنی صداقت کا ثبوت طلب کیا جاتا ہے تو وہ گریز ہی اختیار کرتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے مقدس پیشروؤں کو گالیاں دینے میں سب سے بڑھ کر یہ لوگ قدم مارتے ہیں لیکن کسی دوسرے مذہب کی سچائی اور خوبصورتی جب انکے سامنے پیش کیجاتی ہے تو آنکھیں بند کرکے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ سخت تعجب آتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ ہندوستان میں گنہ کا احساس یا اخلاقی جرأت کے نہ ہونے کی شکایت کرتے ہیں اور ان لوگوں کے سامنے جنسے وہ تنخواہیں پاتے ہیں یہ جھوٹے عذر پیش کرتے ہیں کہ عیسائیت کی راہ میں ایسی ایسی رکاوٹیں ہیں +

اب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ گنہ کا سچا احساس پیدا کرنیکے لئے ہاوسٹ فیلڈ کیا علاج پیش کرتا ہے اور وہ کہانتک درست ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہندوستان میں واعظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی بھی ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واعظ اپنی مرضی سے یا اپنی کوشش سے نبی بن سکتے ہیں نبی کا کام جیسا کہ اس اخبار میں لکھا ہے صرف یہ نہیں ہے کہ وہ گنہ پر لوگوں کو سخت ملامت کرے اور خدا کے وعیدوں سے ڈراوے اگر واقعی نبی کا کام اس سے بڑھ کر کچھ نہیں تو ہمیں اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں کہ پادری صاحبان نبی بن سکتے ہیں لیکن یہ ایک بڑی بھاری غلطی ہے بڑے سے بڑا گنہگار جو خدا کی ہستی کو مانتا ہے اس امر سے انکار نہیں کرتا کہ گنہ کی سزا ہوگی تو پھر کیا وجہ ہے کہ باوجود اس علم کے کہ گناہ کے لئے سزا ہے گنہ دنیا میں اس کثرت سے پھیلا ہوا ہے۔ اسکا اصلی اور واقعی سبب یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر اور نیک و بد کی جزا سزا پر درحقیقت لوگوں کو یقین نہیں ہے۔ باتیں تو بہت کرلیتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور جزا سزا پر ایمان رکھتے ہیں لیکن یہ ان کے نفس کو ایک دھوکا لگا ہوا ہے۔ کوئی شخص جان بوجھکر آگ میں نہیں کودتا جبکہ اسکو یہ علم ہو کہ آگ جلادیگی اور نہ ایک خونخوار شیر کے سامنے آتا ہے جبکہ اسکو یہ علم ہو کہ وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیگا۔ اور نہ

ایک زہریلے سانپ کے سوراخ مین ہاتھ ڈالتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اسے ڈسیگا۔ پھر کیونکر وہ گنہ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ خدا موجود ہے اور وہ اسکو اس گنہ کی سزا دیگا۔ سچ بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دعوے ایمان کا کرتے ہین مگر انکے دلون مین ایمان نہین۔ خدا اور اس کی جزا و سزا کے متعلق ایسا یقین انکے دلون مین نہین ہے جیساکہ مادی چیزونکے متعلق ہے جن کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہین جیساکہ وہ یقین رکھتے ہین کہ آگ اُس چیز کو جلا دیتی ہے جو اس مین ڈالی جاتی ہے اگر ایسا ہی یقین انکو اس امر کے متعلق بھی ہوتا کہ خدا ضرور ہے اور وہ انکو ان کی بدکاریون کی ضرور سزا دیگا تو وہ یقیناً آگ سے بھی زیادہ گنہ سے بچتے اور ڈرتے۔ کیونکہ آگ کا ضرر تو چند روزہ ہے لیکن گناہ کا ضرر ہمیشہ کے لئے ہے اس لئے بیشک ایک نبی کی ضرورت ہے مگر نہ اس امر کے لئے کہ وہ لوگون کو انکے گناہون پر ملامت کرے اور خدا کے وعید سے ڈراوے جیساکہ ہاروسٹ فیلڈ لکھتا ہے بلکہ جیساکہ وجوہات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اس امر کے لئے کہ وہ خدا کی ہستی اور اس کی جزا و سزا کی نسبت انکے دلون مین یقین واثق پیدا کرے وہ نبی جو ایسا یقین پیدا نہین کر سکتا اور گنہ گارونکو انکے گناہون پر لعنت کرنیکے سوا اور کوئی کام نہین کر سکتا وہ اس منصب کے لئے شایان نہین اور ایک ہزار ایسے نبی (بلکہ انکو خالی واعظ کہنا چاہئے کیونکہ ان پر نبی کے نام کا اطلاق کرنا غلطی ہے) دنیا کو کوئی فائدہ نہین پہونچا سکتے۔ خدا کی ہستی پر وہ یقین جس سے لوگ گنہ سے بچ سکین محض دھمکیون اور ڈراوون سے پیدا نہین ہو سکتا۔ جسکا نام اصطلاح مین توبہ کی طرف دعوت کرنا رکھا ہوا ہے۔ مشکل تو یہ ہے کہ مادی راحتین اور فوائد ایسی چیزین ہین جن کو انسان صاف صاف دیکھتا اور محسوس کرتا ہے لیکن نیک و بد کی جزا و سزا بڑی حد تک انسانی مادی آنکھ سے پوشیدہ ہے یہی وجہ ہے کہ لوگ گناہ کرنے مین اسقدر دلیر ہین۔ حالانکہ مادی آسائشون کے لئے جو ان کو مل سکتین وہ ہر طرح کے حیلے کرتے ہین اس لئے خدا تعالے اپنے نبیونکو بھیجتا ہے تا وہ خدا کی ہستی کو آسمانی نشانون سے ثابت کر کے انکے دلونمین نیک و بد کی جزا و سزا کے متعلق یقین پیدا کرین سوائے آسمانی نشانون کے جنسے صاف اور صریح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایسی ہستی موجود ہے جو علم اور طاقت مین انسانون سے بڑھکر ہے یہ یقین کبھی پیدا نہین ہو سکتا بلکہ ایسا یقین اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ انسان یقیناً یہ جان لے کہ ایک ایسا خدا موجود ہے جو اسکے دل کے خفیہ رازونکو جانتا ہے اور جسکو کہ بدیون کی سزا دینے پر پوری طاقت حاصل ہے اور ایسا یقین پیدا ہونیکے بعد انسان گناہ سے ایسا بچتا ہے جیساکہ وہ جلتی ہوئی آگ سے بچتا ہے اور بدی سے وہ ایسی نفرت کرتا ہے جیساکہ دیکھا

مین بُری سے بُری چیز سے نفرت کرتا ہے۔ مثلاً شرابخواری ایک ایسی بدی ہے بلکہ بدیون کی ماں ہے جو انسانیت کے لئے ایک سخت دھبہ ہے ہزارہا لوگ یہ کوشش کر چکے ہین کہ اس بدی کو دنیا سے دور کرین لیکن ان کی کوششین ناکام ثابت ہوئی ہین اور ہزارون اب بھی اس کی فکر مین ہین لیکن کچھ نہین کر سکتے - یہ بدی جزیرہ نما عرب مین عین اس وقت مین پورے زور مین تھی جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے - دس ہزار لیکچرار وہ پاک تبدیلی پیدا نہ کر سکتے تھے جو آنحضرت کے پاک الفاظ نے پیدا کی - ایک دن کا ذکر ہے کہ مدینہ مین شہر کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مسلمانون کے لئے شراب آئندہ حرام ہے اور کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب پینا منع کر دیا ہے اس کا اثر چند ہی منٹون مین یہ ہوا کہ شراب کے تمام مٹکے اور برتن توڑ ڈالے گئے - اور مدینہ کی گلیون مین شراب پانی کی طرح بہ نکلی - اس آواز مین یہ جادو بھرا اثر کہان سے آیا - صرف اس وجہ سے کہ وہ لوگ یقیناً اس بات کو جان گئے کہ شراب پینے مین اس خدا کی نارضامندی ہے - جسکا پیغامبر وہ آنحضرت صلعم کو جانتے تھے اس قسم کے نبی کی واقعی دنیا کو ضرورت ہے - نہ اس پادری نبی کی - جسکو سوائے خدا کے برگزیدون اور پاک نبیون کو برا بھلا کہنے کے اور کچھ نہین آتا - ایسا ہی ایک نبی اس وقت بھی خدا تعالے نے مبعوث فرمایا ہے لیکن لوگون نے اُسی طرح اس کا انکار کیا جیسا کہ پہلے نبیون کا - کاش کہ یہ لوگ اس وقت غور کرتے اور سوچتے کہ کیا وہ نشان ان کو نہین دکھلائے گئے جو کوئی انسان نہین دکھلا سکتا - اور کیا وہ اُسی طرح پر گنہ سے نجات نہین دیتا جس طرح پہلے نبیون نے دی اور ایک ہمہ علم اور ہمہ طاقت ہستی کے متعلق وہی یقین ان کے دلون مین نہین پیدا کرتا جو پہلی امتون مین پیدا کیا گیا - ایسا نبی میرزا غلام احمد قادیانی ہین جو مسیح موعود ہونیکا دعوے کرتے ہین - جو ہزارون نشانات اپنی تصدیق مین دکھلا چکے ہین - اور جن کے پیرو اس وقت دو لاکھ سے اوپر ہین جو لوگ اپنی روح کے لئے آرام چاہتے ہین وہ اس کے پاس آوین کیونکہ وہ تھکے ماندون کو آرام دیتا ہے - وہ عین اوس وقت پیدا ہوا ہے جو پیشگوئیون کے مطابق اُس کی آمد کا وقت تھا - اور جبکہ تمام دنیا سخت انتظار مین لگی ہوئی تھی تمام نشان پورے ہو چکے ہین اور اسکی صداقت آفتاب نصف النہار کی طرح چمکتی ہے لیکن اس کے لئے جو آنکھین کھولے - وہ گُنہ کا سچا علاج لایا ہے اور اگر پادری صاحبان کو اپنے گناہون کا احساس ہے اور اپنی بیماری کو وہ جانتے ہین تو انہین چاہیئے کہ وہ طبیب کے پاس آوین - بجائے اسکے کہ لوگون کو گمراہ کرتے پھرین - تاکہ وہ ان کو شفا دیوے - اور اس سے شفا حاصل کرنے کے بعد وہ لوگون کو نیکی کی طرف بلا سکتے ہین ✦

یہ بات تو اب صاف ہو گئی ہے کہ جن رکاوٹون کا ذکر کیا گیا ہے واقعی طور پر مذہب عیسوی کا کے پھیلنے مین وہ سد راہ نہین - اس مذہب کا غیر عیسائی ملکون مین کم ترقی کرنیکا سبب انہین واقعات مین سے تلاش کرنا چاہئیے جو اسکے عیسائی ممالک مین زوال کا موجب ہو رہے ہین - ایک ہی سبب ہے جو دونون صورتون مین عمل کر رہا ہے یعنی ایک جگہ تو اس مذہب کی ترقی کو روکنے کا کام کر رہا ہے اور دوسری جگہ اس کے زوال کا موجب ہو رہا ہے - اس مذہب کی اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ اس مین ضروریات زمانہ کو پورا کرنیکے قابل جوہر نہین رہے اور اس کی اندرونی قوت دن بدن زایل ہوتی چلی جاتی ہے - جو لوگ فہم صحیح اور عقل سلیم اور دیانت کے اوصاف سے قدرتاً آراستہ ہین وہ عیسائی مذہب کے مسایل کو انسانی عقل کے موافق ہونا محال اور ناممکن سمجھکر اس کو خیرباد کہہ رہے ہین اور جو لوگ ابھی تک اس سے چمٹے ہوئے ہین وہ اسکے کسی صداقت پر سچا ایمان لاکر اس کے مقلد نہین بلکہ محض رسم اور عادت کے طور پر اور سوسائٹی کے تعلقات مین پھنسے پھنسائے عیسائی چلے آتے ہین - عیسائی عقائد اسوقت تباہی کی حالت مین ہین اور اب ایسی حالتمین جبکہ اس مذہب کی اپنے ہی گھر مین گانٹھین ڈھیلی ہو رہی ہین تو اس سے یہ امید کرنا کہ باہر دنیا مین مذہبی فتوحات حاصل کر سکیگا یہ خیال محال ہے - عیسائی مذہب کی صداقت کے مسئلہ کی بنیاد ایک ناتوان ضعیف انسان کی الوہیت پر ہے اور اب وہ زمانہ نہین رہا کہ ایسے بیہودہ عقائد معقولی دنیا مین قوت پکڑ سکین *

اس بات کی صداقت اس امر سے اور بھی واضح ہوتی ہے کہ عیسائی مذہب کو قبول کرنیوالے عموماً ناکارہ اور ذلیل اور جاہل لوگ ہوتے ہین اور خصوصاً قحط کے ایام مین ایسے بہت سے موقعے ان مشنری لوگون کو ملجاتے ہین جن مین بہت سے مفلوک الحال بدبخت آفت رسیدہ جاہل بیکار لوگون کو قحط اور فاقہ کشی کی موت سے بچ جانے کی طمع حلقہ عیسویت مین لے جاتی ہے - ان لوگون کا یسوع کے خون پر کوئی ایمان نہین ہوتا ان کا ایمان صرف پادریون کی روٹی ہوتی ہے جو انہین قحط کے دکھون سے نجات دیتی ہے -

ہر ایک ذی فہم انسان کے دل مین یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے کہ ابن مریم کو خدا بننے کے لئے کیا خصوصیت حاصل ہے - پھر جن لوگون نے اس امر مین نہایت غور اور تدبّر کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہونچ گئے ہین کہ یسوع صرف ایک انسان ہی تھا اور معمولی انسانی سطح سے اوپر ہرگز نہ تھا اور اس مین الوہیت اگر تھی تو صرف اسیقدر موجود تھی جس قدر عام طور پر نوع انسانون مین پائی جاتی ہے - ایک مدت تک یہ خیال کیا گیا تھا کہ یسوع کی اخلاقی تعلیم جو اناجیل مین اُسکی طرف منسوب کیجاتی ہے وہ ایسی اعلے ہے کہ جس سے وہ معمولی انسانون سے بالاتر نظر آتا ہے -

اور اس کو بھی یسوع کی الوہیت پر ایک بڑی بھاری دلیل سمجھا گیا ہے۔ لیکن اب یہ ثبوت قطعیت کو پہونچ گیا ہے کہ یہ تعلیم نہ صرف ایسی ہی ہے کہ جس پر عمل کرنا انسان کے واسطے محال ہے جیسا کہ خود اس امر سے ظاہر ہے کہ کوئی عیسائی قوم یا جماعت ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جو اس تعلیم پر پورے طور سے عامل ثابت ہوئی ہو بلکہ وہ امر جو ان بلند دعاوی کا اور بھی قلع قمع کرتا ہے جو مسیح کے لئے بیہودہ طور پر وضع کئے گئے ہیں اور حق کی بنیاد پر اسکو خدا بنایا گیا ہے یہ ہے کہ یہ تعلیم یہودی معلموں اور طالمود سے اخذ کی گئی ہے یہانتک کہ بعض جگہ لفظ بلفظ یہودیوں کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے۔ مسیح کے معجزات میں بھی کوئی خصوصیت اور فوقیت نہیں پائی جاتی۔ اول تو اسی بات میں شک ہے کہ اس سے کبھی کوئی معجزہ صادر بھی ہوا ہو کیونکہ جب یہودیوں نے پہلے نبیوں کی طرح اس سے بھی معجزہ مانگا تا وہ اس کو خدا کا سچا مرسل پہچان سکیں اور یہ سمجھ سکیں کہ وہ جھوٹا مسیح نہیں کیونکہ ان دنوں بہت جھوٹے مسیح پیدا ہو گئے تھے تو مسیح نے اس وقت صرف یہی خشک جواب دیا کہ ان کو کوئی معجزہ نہیں دکھایا جاویگا۔ انجیل کے پڑھنے سے ایک منصف مزاج انسان اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ اگر معجزات کی روایات میں جن کا انجیل میں ذکر ہے کچھ سچائی موجود بھی ہے تو وہ غالباً روحانی واقعات تھے اسی خیال کو ان سیکلوپیڈیا بِبلیکا میں بھی لیا گیا ہے اسی طرح گویا بھوکوں کو کھانا کھلانے سے مراد وہ روحانی غذا تھی جو مسیح کے وعظوں سے ان لوگوں کو ملی جو روحانی صداقتوں کے بھوکے تھے اور بیماروں کو چنگا کرنے سے مراد روحانی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج کرنا تھا اور مردوں کو زندہ کرنے سے مراد ان لوگوں کو روحانی زندگی عطا کرنا تھا جو گناہوں کی موت میں مبتلا تھے۔ لیکن بفرض محال اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جاوے کہ یہ اعجازی واقعات جنکا بائیبل میں ذکر ہے۔ فی الحقیقت مسیح سے صادر ہوئے تھے تو بھی ان کی وجہ سے مسیح کے لئے پہلے نبیوں کی نسبت کوئی ایسی فوقیت پائی نہیں جاتی۔ سب سے بڑا العجیب خیز معجزہ مردوں کے زندہ کرنیکا مسیح سے ظاہر ہوا لکھا ہے لیکن اسی قسم کے معجزات ایلیا اور الیشع سے بھی ظاہر ہو چکے ہیں اس لئے ان کی اگر مسیح پر کوئی فوقیت نہ بھی مانی جائے لیکن وہ کسی طرح اسکے ہم پلہ ہونے سے کم نہیں ہو سکتے بلکہ یہ فوقیت ان کو حاصل ہے کہ اول ایسے عظیم الشان معجزے انہوں نے دکھائے۔ درحقیقت مسیح کی زندگی اور موت کی ساری کہانی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس کی وجہ سے اس میں معمولی فانی انسانوں سے کچھ بھی فوقیت اور بڑائی مانی جا سکے۔ جن کمزوریوں اور ناکامیوں کا اس کو سامنا پڑا اور اس کی کوششیں جس طرح بے ثمر رہیں اور جس طرح وہ لوگوں سے ڈرتا تھا یہ تمام امور اس بات کو اور بھی واضح کرتے ہیں کہ وہ معمولی انسانوں سے کچھ بھی فوقیت نہ رکھتا تھا۔ انہیں وجوہ پر

غور کرنے سے عیسائی ملکونکے فہیم اور عقلمند لوگ مسیح کی الوہیت کے مسئلہ کی بیہودگی سمجھ کر اسے ترک کر رہے ہین مشنریون کا لوگونکو اب ایسے مسئلہ کیطرف دعوت کرنا جس کی خود عیسائی ملکون مین کھلے طور پر تردید ہو رہی ہے سراسر دھوکا دہی کی کارروائی ہے - ایک ناتوان بشر کو خدا بنانیکے اعتقاد کا مسئلہ انسانی عقل اور کانشنس کے ایسا متضاد اور ناموافق ہے اور ایسا نفرت انگیز..... اور حقارت خیز ہے کہ اب طبیعت فوراً یہ اہم سوال کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے کہ کیونکر عیسائیت کو اسقدر عمر نصیب ہوئی اور کیون مدتہائے دراز سے اسکا خاتمہ نہین ہو چکا +

ریویو اور نوٹ

بائبل مین تحریف اور غلطیان

"زمانہ حال کی تنقید بائبل کے یقینی نتائج" کے عنوان سے مسٹر راکوس کے قلم کا لکھا ہوا ایک مضمون جون سنہ ۱۹۱۰ء کے ہاروسٹ فیلڈ مین شائع ہوا ہے صاحب مضمون اپنی تحریر مین اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہندوستانی کلیسیا کو اس نئی عالمانہ تحقیقات کے یقینی نتائج سے بیخبر نہین رکھنا چاہئیے - غالباً یہ وہی صاحب ہین جنہون نے اپنی اِس رائے کو ایک عیسائی مجمع مین پچھلے سال بیان کیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی پادری اس پر عمل کرنے سے کتراتے ہین - ہم تعجب کرتے ہین کہ یہ لوگ کیون اُن تغیرات سے جو عیسائی مذہب کے عقائد مین آج کل واقعہ ہو رہے ہین لوگون کو اطلاع دینے سے عموماً اعراض کرتے ہین اور کیون یہ باتین ان لوگون سے اتنی احتیاط سے مخفی رکھی جاتی ہین جن کو عیسائی مذہب کی دعوت کرتے ہین - ملک ہندوستان مین پادری لوگ ایک ایسی بائبل کی منادی کرتے ہین جس کی نسبت وہ یہ دعوے کرتے ہین کہ وہ از سرتا پا خدا کا کلام ہے اور جس کو ہر قسم کی غلطی اور نقص سے پاک بیان کرتے ہین اور اس بات پر بھی لوگون کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہین کہ اسکی تمام قصص صحیح ہین - ان عقائد کو پادری لوگ بڑے زور شور سے پیش کرتے ہین اور انہی کی بنیاد پر قرآن کریم جیسی پاک اور بے عیب کتاب پر نکتہ چینی کرتے اور اسپر اعتراض کرنے کی جرأت کرتے ہین صرف اس وجہ پر کہ وہ بائبل کے متعلق یہ بیان کرتا ہے کہ اسمین انسانی ہاتھون سے غلطیان ملی ہوئی ہین اور اسکو ایک محرف کتاب بتاتا ہے اور بعض ایسے قصے بیان کرتا ہے جو بائبل کے بیان کردہ قصص سے بعض مواقع پر اختلاف

رکھتے ہین لیکن اب دو ہزار سال کے بعد آخر کار اس روشنی کے زمانہ مین تحقیقات کرنیسے خود عیسائی لوگ اس نتیجہ پر پہونچ گئے ہین کہ جو بات قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے اس بائیبل کے متعلق کہی تھی جو یہودیون اور عیسائیون کے ہاتھون مین ہے۔ درحقیقت وہی ٹھیک ہے۔ اگرچہ عیسائی لوگ اس حقیقت سے ان لوگونکو آگاہ کرنیسے خوف کرتے ہین جن مین منادی کرنیکے لئے پادری بھیجے جاتے ہین لیکن وہ خود اس بات پر سب کے سب متفق ہین کہ بائیبل مین صرف خدا کا کلام ہی نہین بلکہ اس مین بہت کچھ انسانی کلام داخل ہے۔ نہ ہی وہ عیوب اور غلطیون سے پاک ہے اور نہ ہی اسکے قصص تاریخی طور پر بالکل صحیح ہین۔ راؤس صاحب اگرچہ اعلےٰ تنقید کے باقی نتائج سے اتفاق کرنے مین ابھی تک متامل ہین لیکن ان کی یہ رائے ہے کہ ان مذکورہ بالا نتائج کو ہندوستان مین نہایت صفائی سے کھولکر بیان کردینا ضروری ہے۔ چنانچہ وہ اپنی چٹھی مین تحریر کرتے ہین کہ آپ کے ناظرین میرے ساتھ اس بیان مین اتفاق کرینگے کہ ہمارا یہ فرض ہے کہ بائیبل مین الہی الہام کی مکمل سکیم کو ہندوستانی کلیسیا کے سامنے پیش کردین اور اس زمانہ کی عالمانہ تحقیقات کے یقینی نتائج سے ان کو پورے طور پر آگاہ کردین۔ یہ بات بھی ہمارے فرائض مین داخل ہو کہ وہ تمام سچائی جو خداوند تعالےٰ کیطرف سے ہمین عطا ہوئی ہے اس کلیسیا کو بھی پورا حصہ دین۔ خدا کی سچائی اپنی حفاظت آپ کرسکتی ہے اور اس کو کسی انسانی جدوجہد کے پشتہ کی محتاجی نہین"

ہم نہین جانتے کہ راؤس صاحب نے کیون اس کا نام خدا کی سچائی رکھا ہے۔ اور کیون اس کو انسانی خطاؤن کا مجموعہ نہین کہا جاتا جبکہ اسکا اکثر حصہ صرف انسانی انشاپردازی سے بھرا ہوا ہے اور دوسری کتابون کی طرح ہر قسم کی غلطیون اور نقایص سے مملو ہے۔ تو اس کا خدائی الہام کی سکیم نام رکھنا سراسر باطل ہے اس طرح حق اور باطل کو ملاکر خدا کی سچائی اسکا نام دھرنا عیسائی صاحبان کے طرز بیان کا خاصہ ہے لیکن اسپر کوئی تعجب نہین کیونکہ یہ ان کی عادت کا مقتضا ہے ورنہ اصل اعتقاد یہی ہے کہ بائیبل مین انسانی آمیزش بہت ہے۔ راؤس صاحب لکھتے ہین کہ حق اپنی حفاظت خود کرسکتا ہے یہ تو سچ ہے لیکن بائیبل مین حق اور باطل دونون مخلوط ہین اس لئے بائیبل کو پادریون کے آسرے کی ضرورت ہے۔

اعلےٰ تنقید کے نتائج گو دنیا مین بہت وسیع قبولیت حاصل بھی کرلین مگر راؤس صاحب انہین ماننے کے لئے تیار نہین معلوم ہوتے کیونکہ وہ لکھتے ہین کہ "کسی عقیدہ کا دنیا مین کثرت سے مقبول ہو جانا اسکے سچا ہونے کی کافی دلیل نہین ٹھہر سکتی۔ تیس گذشتہ پچاس سالون کی تحقیقات اور

تنقید سے بعض ایسے یقینی نتائج پیدا ہوگئے ہیں جن پر سب کو اتفاق ہے یا کم از کم جن سے بہت بڑے حصے کو اتفاق ہے" اور چونکہ جمہور نے ان پر اجماع کرلیا ہے اس لئے ہندوستانی کلیسیا ئین انہیں عیسائی دین کی جزو سمجھ کر داخل ایمان کرنا چاہیئے کیونکہ یہ نتائج عیسائی دنیا میں ہر جگہ مقبول ہو چکے ہیں پھر راؤس صاحب ذیل کے امور کو ایسے یقینی نتائج سمجھتے ہیں جو اب عیسائی دین کے عقائد کا جزو ہونے چاہیئے اور ان کے مطابق پرانے عقائد میں ترمیم ہونی چاہیئے:

"۱- بائیبل کا مطالعہ کرنے میں سب سے پہلا سوال یہ ہونا چاہیئے کہ اسکے مصنف کی اس سے مراد کیا تھی؟ اس زمانہ سے پہلے پہلے بائیبل کے سارا الہامی ہونے پر اس قدر زور دیا جاتا تھا کہ جو آمیزش اس میں انسانی کلام کی ہے اس کو بالکل نظرانداز کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ یہ غلطی رفع ہو کر بائیبل میں انسانی کلام کی آمیزش کو عام طور پر مان لیا گیا ہے...... یہی کیفیت مسیح کے وجود کے متعلق بیان کی جاسکتی ہے۔ پہلے زمانہ میں اسکی الوہیت کے عقیدے پر اسقدر زور دیا جاتا تھا کہ اس کی انسانیت اس عقیدے کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ مگر گذشتہ پچاس سالوں کی تحقیقات ہمیں بتاتی ہے کہ یسوع مسیح کی انسانیت کو واجب طور پر شہرت دینی ضروری ہے۔

"۲- نبی کا اصلی اور خاص منصب پیش گوئی کرنا نہیں بلکہ جرأت کے ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے بیان کر دینا ہوتا ہے"

"۳- جس ٹیلے پر ہم قائم ہونا چاہتے ہیں وہ مسیح ہے نہ کہ بائیبل (یعنی ہمارے عقیدہ کی بنیاد بائیبل نہیں بلکہ یسوع مسیح ہے) یہ بات سچ ہے کہ مسیح کے حالات بائیبل کے پڑھنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر بائیبل کے پڑھنے سے خواہ اس میں کسیقدر غلطیاں ہوں اسقدر علم ضرور حاصل ہو جاتا ہے جو مسیح کے نجات دہندہ ہونے پر ایمان لانے کیلئے کافی ہے"+

یہ صداقت کو آدھا تسلیم کرتا ہے

دو ہزار سال تک تو عیسائیوں کو بائیبل پر پورا بھروسہ رہا۔ مگر اب ان کی آنکھیں کھلی ہیں اور انہیں معلوم ہوگیا ہے کہ وہ اس بھروسہ کرنے میں غلطی پر تھے۔ یہ بائیبل تو بھروسہ کرنیکے لائق نہیں۔ کیونکہ اس میں انسانی کلام اور غلطیوں کو بہت دخل ہے لیکن راؤس صاحب کے بیان سے ہمیں یقین ہوتا ہے کہ مسیح کی انسانیت جو دو ہزار سال تک قعر فراموشی اور سہو میں پڑی رہی اب ممتاز طور پر نمایاں ہوگئی ہے۔ اب یہ تغیر یسوع مسیح کے بے خطا ہونیکے عقیدہ میں بھی ایک تبدیلی پیدا کر دیگا اور یوں مسیح بھی انجیل کی طرح اعتبار اور بھروسہ کے پایہ سے گر جائے گا۔ علاوہ ازیں جبکہ مسیح کی نسبت پورے علم حاصل کرنے کا انحصار صرف بائیبل پر ہی ہے اور یہ

بات مسلم قرار پاچکی ہے کہ بائیبل غلطیون سے بھری ہوئی ہے تو اس کا نتیجہ طبعًا یہی ہونا ہے کہ جس مسیح کا علم ایسی کتاب سے حاصل ہوتا ہے وہ اصلی مسیح نہین بلکہ جھوٹا مسیح ہے۔ اور اسکے متعلق جو حالات انجیل مین درج ہین وہ بھی غلط اور جھوٹے ہین اس لئے جس مسیح کو انجیلی تعلیم پیش کرتی ہے لازمی طور پر انجیل کی تباہی کے ساتھ اسپر بھی موت وارد ہوجاتی ہے اور اسے بے خطا سمجھنے کی غلطی انجیل کو غلطیون سے منزّہ سمجھنے کی غلطی سے بھی بہت جلد منکشف ہوجائے گی۔ بائیبل پر نظر تنقید سے غور کرنے نے مسیح کے حالات کو اسی نظر سے پرکھنے کے لئے راہ کھولدی ہے اور اب تھوڑے ہی عرصہ مین ان کا اصلی رنگ نظر آجائیگا۔ بہرحال راؤس صاحب کی اس تحریر سے یہ ثابت ہے کہ انجیل مسیح کے حالات کا سچا نقشہ نہین کھینچتی کیونکہ وہ خود غلطیون سے پُر ہے۔ اس سے تیرہ سو سال پہلے قرآن کریم نے یہی فرمایا کہ انجیل سچے مسیح کو پیش نہین کرتی۔ سبحان اللہ یہ کیسا عظیم الشان قرآنی معجزہ ہے کہ اس نے جس اصلی حیثیت مین مسیح اور بائیبل کا نقشہ کھینچکر دکھلایا تھا۔ اب تیرہ سو برس مخالفت رہنے کے بعد جب عیسائیون نے تنقید اور تحقیق کی نظر ڈالی تو خود یہی امر انہین بھی تسلیم کرنا پڑا کہ مسیح اور انجیل کی حقیقت کا وہی نقشہ صحیح ہے جو قرآن شریف نے ثابت کیا۔ اس سے یقین واثق پیدا ہوتا ہے کہ وہ زمانہ بہت قریب آرہا ہے کہ جب رسم و رواج کے تعلقات کو قطع کرکے اور قوم و سوسائیٹی کے رشتونکو توڑتاڑ کر عقلمند عیسائی قرآنی صداقتون کے انوار سے فیضیاب ہوکر اسلام کے مقدس دائرہ مین داخل ہونگے۔

"۴۔ بائیبل مین انسانی آمیزش کے پہلو کو مدنظر رکھ کر اسکا ترجمہ کرنے مین وہی اصول مدنظر رکھنے پڑینگے جو دوسری انسانی کتابون کے معنے کرنے مین ملحوظ رکھے جاتے ہین۔ .... اور یہ ہمارا فرض ہے کہ انسانی کلام اور الہی الہام کے درمیان تمیز کرین"

(خدا معلوم الیسی انجیل کی قسمت مین اب کیا لکھا ہے جس کی چارون کتابون مین مشکل کوئی خدائی الہام کا کلام ہوگا)

"۵۔ انجیل کی غرض صرف مذہبی تعلیم دینا ہے۔ علمی تواریخی تعلیم دینا اسکا مقصود نہین تو پھر اس بات پر بحث کرنا کہ علمی اور تواریخی اصول کے لحاظ سے انجیل غلطیون سے پاک ہے کیا معنے رکھ سکتا ہے"

"۶۔ مذہبی تعلیم ایسے قصونکے ذریعہ سے بھی دی جاسکتی ہے جو تواریخی طور پر صحیح نہ ہون"

یہ مذکورہ بالا وہ تغیرات ہین جن کو عیسائی لوگ دو ہزار برس کے بعد اب عیسائی عقائد

مین داخل کرنیکے درپے ہو رہے ہین یا دوسرے لفظون مین یہ وہ ترمیمین ہین جو اب پادریون نے عیسائی عقیدہ کے لئے تجویز کی ہین کسی نے ہم کو آج تک یہ نہین بتایا کہ جن لوگون کی زندگی انہین غلط عقائد پر ختم ہوئی انکا کیا حشر ہوگا۔ اب ہم یہ سوال کرتے ہین کہ کیا ایسا مذہب جو ہمیشہ اور ہر زمانہ مین انسانی ہاتھون کی ترمیم اور اصلاح کا محتاج رہتا ہے الٰہی دین ہونیکا دعوے کر سکتا ہے۔ یہ تو ایسی تبدیلیان بیان ہوئی ہین جو عام طور پر مسلم ہو چکی ہین لیکن ان کے علاوہ بہت سی اور تبدیلیان بھی ہین جو گو بہت وسیع قبولیت حاصل کر چکی ہین لیکن ابھی تک انہین عالمگیر قبولیت نصیب نہین ہوئی اور ابھی ان کی نسبت اختلاف آرا ہے کیونکہ ان سے عیسائی دین کی عمارت بالکل مسمار ہو جاتی ہے اب تو یہی بات معلوم ہوئی کہ عیسائی لوگ ایک ایسے پیچیدہ مرحلہ پر آن پہنچے ہین جہان پر عنقریب یا تو وہ اپنے موجودہ عیسوی مذہب کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو جائینگے اور یا صاف طور پر انہین اقرار کرنا پڑے گا کہ انکے اعتقاد انسانی عقل کے خلاف ہین

کیا یسوع یہودیون سے نہین ڈرتا تھا

کچھ عرصہ گذرا ہے کہ ہم نے لکھا تھا کہ صلیب پر سے اتارے جانیکے بعد مسیح بہت دفعہ مختلف مقامات مین لوگونکو نظر آیا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ یسوع نے خود ایک باغبان کا بھیس اسلئے بدل لیا تھا کہ اسے کسی دوسرے ملک کیطرف بھاگ جانیمین آسانی ہو اور کوئی اسکو شناخت نہ کر سکے اور اس طرح سے پھر دوبارہ یہودیونکے ہاتھ مین پڑ جانیسے بچا رہے۔ اسپر ایک عیسائی صاحب نے بڑے جوش مین آکر ہمین ایک چٹھی لکھی اور مسیح کیطرف خوف کو منسوب کرنیکی وجہ سے ہمکو سخت ناانصافی کے الزام کا مرتکب قرار دیا۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت مین کہ خود انجیلون سے یہ بات ثابت ہے کہ یسوع یہودیونکے خوف سے چھپتا پھرا۔ ہم جون سنہ ۱۹۰۲ء کے عیسائی ماہواری رسالہ ترقی کی ذیل مین عبارت نقل کرتے ہین جو زیر عنوان عیات المسیح شائع ہوئی ہے وہ لکھتا ہے "مگر مسیح نے ابھی اس دعوے (یعنے دعوے مسیح موعود) پر بہت زور دینا شروع نہین کیا تھا البتہ کبھی کبھی اشارۃً جتا دیا کرتا تھا کہ مین ہی وہ مسیح موعود ہون جسکی راہ تم دیکھ رہے ہو۔ جیسا کہ اس نے ناصرت کے عبادتخانے مین کیا۔ مگر منوانیکے درپے اس دعوے کو پیش نہین کرتا تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ گلیل کے لوگ جلد متاثر ہو کر جوش مین آجانیوالے تھے اور وہ مسیح کی بادشاہت کی دُنیوی شان و شوکت کے نہایت دلدادہ تھے۔ پس اگر اُنکے سامنے یہ دعوے باربار رکھا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ رومی طاقت کا مقابلہ کرنیکے لئے بغاوت پر آمادہ ہو جاتے اور اس ناسزا حرکت کا یہ نتیجہ ہوتا کہ لوگونکے دل مسیح سے منحرف ہو جاتے اور وہ رومی تلوار کا شکار بنجاتا۔ اور اگر یہ دعوے یروشلم مین کیا جاتا تو وہان بھی یہ خطرہ تھا کہ یہودی اسکے برخلاف اٹھکر اسکا کام تمام کر ڈالتے۔ پس ہر طرح کی خلل اندازی سے بچنے کے لئے اس نے یہی بہتر سمجھا کہ اس کی ذات اور عہدے کی حقیقت کچھ عرصہ کے لئے منکشف نہ کیجائے"

اب اس جگہ اس بات کو بہت صاف لفظوں میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ موت کے خوف سے یسوع دعویٰ مسیحیت کو پیش کرنے سے ڈرتا رہا۔ خواہ اسے رومی سلطنت کی تلوار کا خوف تھا اور خواہ یہودیوں کی سختیوں کا ڈر لاحق تھا۔ اگر یہ بات سچی ہے تو اسکو ہم نہایت بزدلانہ خوف کہنے سے رک نہیں سکتے کیونکہ ایسی بزدلی انبیاء کی شان سے بالکل مخالف ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جسنے مخلوق کو خدا کا پیغام پہنچانے میں جان کو عزیز رکھا اور سمجھا ہو۔ علاوہ ازیں مسیح کی نسبت تو یہ بہت سی ضدوں کا تعجب انگیز مجموعہ نظر آتا ہے کیونکہ ایک طرف تو ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خدا ہے اور دوسری طرف یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ وہ دعوے مسیحیت کو پیش کرنے میں لوگوں سے ایسے درجہ کی کم حوصلگی سے خوف کھاتا تھا کہ مبادا اسکا دعوے سنکر لوگ اسے ہلاک نہ کر دیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جبکہ وہ خدا تھا تو خدا کا مخلوق سے ایسی نامردی سے ڈرتے پھرنے کے کیا معنے ہوئے۔ خدا سے ڈرنیوالے یہودیوں کا ذکر تو ہم سنتے اور پڑھتے رہے ہیں لیکن یہودیوں سے ڈرنیوالا خدا کبھی ہمیں سنا تھا اور یہ خالص عیسائی ایجاد ہے جس سے دوسری دنیا محروم ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے جسے سوائے عیسائیوں کے اور کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا کہ ایک طرف تو اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ یسوع کی آمد سے صرف یہی غرض تھی کہ وہ گنہگاروں کے لئے موت قبول کرے جس سے وہ ایسا ایثار کرنیوالا اور مخلوق کا فدائی بہادر ظاہر کیا جاتا ہے کہ گویا لوگوں کے لئے خوشی سولی پر اپنی جان تک دینے کیلئے آمادہ ہے اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ وہ معمولی جرأت اور سچی اخلاقی دلیری سے ایسا گرا ہوا اور ایسا بزدل تھا کہ خوف سے جان بچانیکے لئے وہ اس پیغام کی تبلیغ سے احتراز کرتا رہا جسکے پہنچانیکے لئے وہ مامور کیا گیا تھا (یعنی مسیح موعود ہونیکا دعوے) یہ بات ہماری بحث سے خارج ہے ہمیں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر انجیلی مسیح ایسے بزدلانہ طور پر خوف کھانیکا مرتکب ہوا ہے جو اخبار ترقی سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر ہمارے دعوے پر کوئی اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ واقعہ صلیب کے بعد خوف کے مارے باغبان کا بھیس بدل کر تنہا دور دراز ملک کو اس خیال سے بھاگ گئے تھے کہ مبادا پھر یہودیوں کے ہاتھ میں پڑ جائیں اور یہ خوف نہایت اعلے اغراض پر مبنی تھا کیونکہ اس سے غرض یہ تھی کہ وہ خدا کا کلام بنی اسرائیل کی ان قوموں کو جا کر سنا دیں جو دوسرے ملکوں میں آباد ہو گئی تھیں اور یہ سچی بات ہے کہ انہوں نے اس کام کو پورا کیا۔ مسیح پرستاروں کے خلاف ہم تو اسکی اتنی عزت کرتے ہیں اور اس بات کو مانتے ہیں کہ اس موقعہ پر مسیح نے واقعی طور پر خوف نہیں کھایا بلکہ جیسا کہ ہر ایک نیک آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنی قیمتی جان کی حفاظت کا خیال رکھے اسی طرح اس نے بھی اس موقعہ پر ایک اعلے درجہ کی احتیاط سے کام لیکر صلیب کے بعد اس ملک سے بھاگ نکلنے کی کوشش میں کامیابی حاصل کی۔

"ضروری عرضداشت و شکریہ معاونین"

کثرت اشاعت و اعانت میگزین کے متعلق جس قدر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاکید اکید فرمائی ہے اس تاکیدی ارشاد کے پر زور الفاظ کا اعادہ بغرض آگاہی جملہ احباب و برادران گذشتہ پیوستہ پرچہ جات مین متواتر کیا جاتا رہا ہے۔ اور جن پر جوش باہمت و مخلص احباب نے اس کار خیر مین محض بغرض ابتغاءً لمرضاۃ اللہ خاص حصہ لیکر الگ الگ معتدبہ رقوم سے اعانت فرمائی ہے انکی ایسی امداد کا تذکرہ بھی خاص شکریہ کے ساتھ پچھلے پرچہ جات مین ہوتا رہا ہے بعض برادران کی تازہ خدمات و امداد نے از سر نو انکے شکریہ کا تازہ موقعہ دیا ہے۔ جناب منشی عبد العزیز صاحب عرف محمد وزیر صاحب بفضاحب ملک برہما نے حال ہی مین ایکسو پچاس روپیہ بطور امداد بھیجا ہے یہ صاحب پہلے حضرت اقدس کے ارشاد کی تعمیل مین کئی سو روپیہ کی امداد میگزین مین دے چکے ہین۔ علی ہذا القیاس چودہری سرفراز خان و کرم الٰہی صاحبان بدوملی ضلع سیالکوٹ بھی خاص شکریہ کے مستحق ہین جنہون نے اب یکمشت ایکسو پچاس روپیہ کی امداد فرمائی ہے۔ اصل مین چودھری صاحبان تین سو پچاس روپیہ امداد میگزین کیلئے لائے تھے مگر لنگر کی ضروریات موجودہ کو دیکھکر دو سو روپیہ امداد لنگر مین دیدیا اور ایکسو پچاس روپیہ امداد میگزین کے حصہ مین آیا۔ ہر سہ برادران نے ہمدردی و اخلاص منتدی کا ایک تازہ قابل تقلید نمونہ دکھلایا ہے اللہ تعالےٰ انکو اس امداد فی سبیل اللہ کی جزائے خیر دیوے اور دیگر جملہ برادران کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ان کی روح و روان کو ایسے جوش اور ہمدردی سے بھردے کہ وہ پیارے امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان پہ اپنا مال و جان نثار کرتے ہوئے اس کار خیر مین وہ ہمت دکھلاوین کہ حضرۃ اقدس کی فرمائی ہوئی تعداد تک رسالہ کے جلدی پہونچنے مین کوئی دقت پیش نہ آوے + حضرت اقدس کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل اور اس رسالہ کی کثرت اشاعت کی ضرورت اس امر کے مقتضی ہین کہ جملہ احباب اس قابل قدر نمونہ کی تقلید کرکے حضرت اقدس کے ارشاد کو ہر وقت تازہ ارشاد سمجھکر اسکی تعمیل مین ہر وقت کوشان رہین ان کی یہ تگاپو فی سبیل اللہ انکے لئے حسنات دارین حاصل کرنیکا ذریعہ ہوگی + توشۂ عقبےٰ حاصل کرنیکا عین موقعہ ہے اس خدمت کی بجا آوری کا اس سے عمدہ موقعہ حسنہ نہین ملسکتا۔ اب وقت کی قدر کرکے سابق بالخیرات بنین اور جن اغراض کیلئے یہ مرسل من اللہ مامور ہوکر آیا ہے ان اغراض و مقاصد مین اسکی امداد کرکے معیت صادقین کی اعلیٰ منزل کو طے کرین جو حقیقی کامیابی دنیا و المرامی کا اصلی زینہ ہے اللہ کرے ایسا ہی ہو آمین ثم آمین۔ والسلام، مہتمم

کبریت احمر یا جیون بوٹی کے استعمال سے ایک مہینے میں تین سیر خون صالح تازہ بدن انسان میں پیدا ہوتا ہے جوانی کی طاقت مدت العمر قائم رہتی ہے استعمال کرنے سے پہلے اور بعد بدن کو وزن کروا ور آزماؤ اس سے بڑھکر یہی۔ **مولد خون صالح مشتہی**۔ **بدن کو مضبوط اور خوشرنگ بنانے** اور چہرے کی سرخی اصلی طاقت و توانائی و تازگی پیدا کرنیوالی دوائی ایسی آجتک ایجاد نہیں ہوئی۔ اسکا اثر ان اعضا پر جنپر نسل انسان کی پیدایش کا انحصار ہے۔ بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہے وہ خوشی جو عورت و مرد کی معاشرت سے وابستہ ہے اس سے فی الفور حاصل ہوتی ہے **کبریت احمر** اسکا نام اسی لیئے رکھا گیا ہے کہ یہ دوا **اعضائے تولید** کے پژمردہ قوی کو از سر نو بحال کرنیکے ساتھ زندگی کو کیمیا بنا دیتی ہے۔ **قیمت فی شیشی ۳ روپے**

روغن درد گردہ۔ درد گردہ کے دورے اور تکلیفیں ایسی سخت ہوتی ہیں کہ الامان یہ عجیب و غریب روغن درد گردہ میں خاصکر جب درد کنکری کیوجہ سے ہو اکسیر کا کام دیتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کو توڑ کر اور ریزہ ریزہ کرکے نہایت سہولت سے خارج کر دیتا ہے۔ تمام کنکری اور ریت نکلکر درد گردہ کی نوبت پھر نہیں ہوتی۔ **قیمت فی شیشی ۱۲/ و ۳ روپے**

عجیب و غریب مرہم المعروف مرہم عیسے۔ اگر آپ دنیا بھر میں سب سے اچھا پر تاثیر تر بہدف ہر قسم کے زخموں۔ جراحتوں۔ چوٹوں۔ گلٹیوں سخنازیر۔ **سرطان طاعون** اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑوں پھنسیوں ناسوروں **گنج خارش** بواسیر اور طرح طرح کی جلد کی بیماریوں ہاتھونکے سردی سے پھٹ جانے جانور کے کاٹ لینے جلجانے اور عورتونکے خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کے لیئے ہزار ہا سال کا **مجرب مقدس** ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے **حکما کا متفقہ بابرکت علاج چاہتے ہیں** تو یہ مبارک مرہم اس کارخانہ سے منگائیے جو اسکو خالص اجزا سے تیار کرنیکا ذمہ وار ہے طبی جہان اس کی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے۔ یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسے کے دنیا بھر میں اور کہیں نہیں بنتا۔ **قیمت فی ڈبیہ خورد ۶/ و ۱۲/** فی ڈبیہ کلان ۱۲/

عمدۃ التقویم سنہ ۱۳۲۷ مفت	**حکیم محمد حسین اینڈ برادرز مالکان کارخانہ مرہم عیسے** نولکھا لاہور سے طلب کرو	رسالہ آئینہ صحت مفت

Digitized by Khilafat Library

ضروری اشتہار

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ یا غیر پیٹنٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہیں اور اپنے مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دوائی خانہ کے نہونیکے باعث نہیں کسی اور شہر سے ادویات منگوانی پڑیں وہ بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات یا فرانٹیر میڈیکل ہوس پشاور بازار قصہ خوانی سے منگوائیں۔ یہ دکان میرے متعلق ہے انہیں نقصان نہیں اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے +

المشتہر۔ خواجہ کمال الدین وکیل پشاور

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم مولوی فضلدین صاحب طبع ہوا +

تصحیح — پرچہ ہذا کے صفحہ ۳۲۳ کی سطر ۶ میں بجائے لفظ غیرت کے عزت اور صفحہ ۳۴۳ سطر ۱۲ میں بجائے فاطمۃ اللہ کے فاطمۃ الدلی غلطی سے لکھا گیا۔